وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

http://www.esnips.com/user/islam-urdu

http://www.dar-us-salam.com/

دارُالسّلام

کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی اِدارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس :4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس:4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس :8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ' اُردو بازار' لاہور فون:7120054 فیکس :7320703

لندن فون :5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیویارک فون:6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر
الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

جلد اوّل

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهَٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

http://www.esnips.com/user/islam-urdu

پارۃ نمبر اکیس 21

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۲۹	سورۃ العنکبوت (جاری)	2045	۲۰ - ۲۱
۳۰	سورۃ الروم	2058	۲۱
۳۱	سورۃ لقمان	2086	۲۱
۳۲	سورۃ السجدۃ	2108	۲۱
۳۳	سورۃ الأحزاب	2122	۲۱ - ۲۲

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

آپ تلاوت کیجیے جو کچھ وحی کیا گیا آپ کی طرف' کتاب سے' اور قائم کیجیے نماز' بلاشبہ نماز روکتی ہے بے حیائی

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور برے کاموں سے' اور البتہ یاد کرنا اللہ کا (اپنے بندوں کو) بہت بڑی چیز ہے' اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی وحی و تنزیل یعنی اس کتاب عظیم کی تلاوت کا حکم دیتا ہے۔ یہاں اس کتاب عظیم کی تلاوت کا معنی یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے' اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے' اس کی ہدایت کو راہ نما بنایا جائے' اس کی خبر کی تصدیق' اس کے معانی میں تدبر اور اس کے الفاظ کی تلاوت کی جائے۔ تب اس کے الفاظ کی تلاوت' معنی ہی کا جز شمار ہوگی۔

جب تلاوت کا معنی مذکورہ بالا امور کو شامل ہے تو معلوم ہوا کہ مکمل اقامت دین تلاوت کتاب میں داخل ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کرو۔'' عام پر عطفِ خاص کے باب میں سے ہے اور اس کی وجہ نماز کی فضیلت' اس کا شرف اور اس کے اچھے اثرات ہیں۔ ﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ''بے شک نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔'' (اَلْفَحْشَآءِ) سے مراد ہر وہ بڑا گناہ ہے جس کی قباحت مسلّم اور نفس میں اس کی چاہت ہو۔ (اَلْمُنْكَرِ) سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس کو عقل و فطرت برا سمجھے۔

نماز کا فواحش و منکرات سے روکنے کا پہلو یہ ہے کہ بندۂ مومن جو نماز کو قائم کرتا ہے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے ارکان و شرائط کو پورا کرتا ہے' اس کا دل روشن اور پاک ہو جاتا ہے' اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے' نیکیوں میں رغبت بڑھ جاتی ہے اور برائیوں کی طرف رغبت کم یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ اس طریقے سے نماز پر دوام اور اس کی محافظت ضرور فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ پس فواحش و منکرات سے روکنا نماز کا سب سے بڑا مقصد اور اس کا سب سے بڑا ثمرہ ہے۔

نماز کو قائم کرنے میں ایک اور مقصد بھی ہے جو پہلے مقصد سے عظیم تر ہے اور وہ ہے نماز کا اللہ تعالیٰ کے قلبی' لسانی اور بدنی ذکر پر مشتمل ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور بہترین عبادت جو مخلوق کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ نماز ہے، نیز نماز کے اندر تمام جوارح کی عبودیت شامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی، بنا بریں فرمایا: ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ ''اور اللہ کا ذکر بڑا ہے۔'' اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا اور اس کی مدح کی، اس لیے آگاہ فرمایا کہ نماز کے باہر اللہ تعالیٰ کا ذکر نماز سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے' جیسا کہ جمہور مفسرین کا قول ہے' مگر پہلا معنی اولیٰ ہے کیونکہ نماز اس ذکر

سے بہتر ہے جو نماز سے باہر ہو کیونکہ نماز بذات خود سب سے بڑا ذکر ہے۔﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴾ اور تم جو نیکی یا برائی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے، وہ تمھیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

اور نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر اس طریقے سے کہ وہ بہت بہتر ہے، مگر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا ان میں سے،

وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ

اور کہو تم: ہم ایمان لائے اس (کتاب) پر جو نازل کی گئی ہماری طرف، اور (جو) نازل کی گئی تمھاری طرف اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود

وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل کتاب سے ایسی بحث کرنے سے روکتا ہے جو بصیرت کی بنیاد پر اور کسی مسلمہ قاعدے کے مطابق نہ ہو، نیز اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جب بھی اہل کتاب سے بحث کریں تو احسن انداز، حسن اخلاق اور نرم کلامی سے ان کے ساتھ بحث کریں اور دعوت اسلام بہترین طریقے سے پیش کریں اور باطل کو قریب ترین ذریعے سے رد کریں۔ اس بحث کا مقصد محض جھگڑنا اور مدمقابل پر غلبہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد حق کا بیان اور مخلوق کی ہدایت ہو۔

اہل کتاب میں سے ایسے آدمی کے سوا جس نے اپنے اس ارادے اور حالت کا اظہار کر کے ظلم کا ارتکاب کیا کہ اس کے بحث کرنے کا مقصد وضاحت حق نہیں بلکہ وہ تو صرف غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کے ساتھ بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس سے بحث کرنے کا مقصد ضائع ہو جائے گا۔

﴿ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ ﴾ ''اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہی ہے۔'' یعنی اہل کتاب کے ساتھ تمھاری بحث اور مناظرے کی بنیاد اس کتاب پر ہونی چاہیے جو تم پر نازل ہوئی ہے اور جو ان پر نازل ہوئی ہے، نیز تمھارے رسول اور ان کے رسول پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر ایمان اس بحث و مناظرے کی اساس ہو۔ ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کریں جس سے کتب الٰہیہ اور انبیاء و مرسلین میں جرح وقدح لازم نہ آتی ہو جیسا کہ مناظرہ و بحث کے وقت جہلاء کا وتیرہ ہے۔ جہلاء اپنے مدمقابل کی حق اور باطل، ہر بات میں جرح وقدح کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بحث ظلم، واجب کو نظر انداز کرنا اور آداب مناظرہ کی حدود سے تجاوز ہے کیونکہ واجب یہ ہے کہ مخالف کے باطل نظریات کو رد کیا جائے اور اس کی حق باتوں کو قبول کیا جائے۔ اپنے موقف کو حق ثابت کرنے کے لیے مخالف کی حق بات کو کبھی رد نہ کیا جائے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، نیز اہل کتاب

کے ساتھ اس نہج پر مناظرہ کرنے سے ان پر قرآن اور قرآن کے لانے والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اقرار لازم آتا ہے کیونکہ جب وہ ان اصول دینیہ پر بحث کرے گا جن پر تمام انبیاء و رسل اور کتب الٰہیہ متفق ہیں' مناظرہ کرنے والے دونوں گروہوں کے نزدیک وہ مسلمہ اور اس کے حقائق ثابت شدہ ہیں، نیز تمام کتب سابقہ اور انبیاء و مرسلین قرآن اور نبی مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرتے ہیں...... یہ کتب الٰہیہ ان حقائق کو واضح کرتی ہیں' ان پر دلالت کرتی ہیں اور انھی کے بارے میں آگاہ کرتی ہیں...... تو اس پر تمام کتابوں اور تمام رسولوں کی تصدیق لازم آئے گی اور یہ اسلام کے خصائص میں سے ہے۔

یہ کہنا کہ ہم فلاں کتاب کی بجائے فلاں کتاب کی دلیل کو تسلیم کرتے ہیں' یہی حق ہے جس پر کتب سابقہ دلالت کرتی ہیں تو یہ ظلم اور خواہشات نفس کی پیروی ہے۔ ان کا یہ قول کتب الٰہیہ کی تکذیب ہے کیونکہ اگر وہ قرآن کی دلیل کی تکذیب کرتا ہے' جو گزشتہ کتب سماویہ کی تصدیق کرتا ہے' تو یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ ان تمام کتب سماویہ کی تکذیب کرتا ہے جن پر ایمان لانے کا وہ دعویدار ہے' نیز ہر وہ طریقہ جس سے کسی بھی نبی کی نبوت ثابت ہوتی ہے تو اسی طریقے سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بہتر طور پر ثابت ہوتی ہے۔ ہر وہ شبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جرح و قدح کا باعث ہے اس جیسا یا اس سے بھی بڑا شبہ دیگر انبیاء کی نبوت میں جرح و قدح کا موجب بن سکتا ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی نبوت میں اس شبہ کا بطلان ثابت کیا جا سکتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اس قسم کے شبہات کا بطلان بہ درجہ اولیٰ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے' اسے معبود بناتا ہے' اس کی تمام کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتا ہے' اس کی اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرتا ہے تو وہ سعادت مند ہے اور جو کوئی اس راستے سے انحراف کرتا ہے وہ بد بخت ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ

اسی طرح نازل کی ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب (قرآن) پس وہ لوگ کہ دی ہم نے انہیں کتاب (تورات) وہ ایمان لاتے ہیں اس پر'

وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ

اور بعض ان (اہل مکہ) میں سے بھی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر کافر لوگ ہی ○ اور نہیں تھے آپ

تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

پڑھتے پہلے اس (قرآن) سے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے آپ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر ایسا ہوتا) تب البتہ شک کرتے باطل پرست ○

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اتاری کتاب'' یعنی اے

محمد ﷺ ہم نے آپ پر یہ کتاب کریم نازل کی جو ہر بڑی خبر کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے جو ہر خلق حسن اور ہر امر کامل کی طرف دعوت دیتی ہے' جو تمام کتب سابقہ کی تصدیق کرتی ہے جن کے بارے میں گزشتہ انبیاء نے خبر دی ہے۔ ﴿فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ "پس جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے" انہوں نے اسے اس طرح پہچان لیا ہے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے اور ان کے ہاں کسی حسد نے مداخلت کی ہے نہ خواہشات نفس نے۔ ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ "وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔" کیونکہ انھیں اس کے برحق اور سچے ہونے کا یقین ہوگیا ہے، اس لیے کہ انھی کی کتابوں میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن کے موافق ہیں اور بشارتیں ہیں اور ایسے امور ہیں جن کے ذریعے سے وہ حسن وقبح اور صدق وکذب میں امتیاز کرتے ہیں۔

﴿وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ﴾ "اور ان لوگوں میں سے۔" جو موجود ہیں ﴿مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ "ایسے بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس کے ساتھ۔" یعنی جو اس پر رغبت اور خوف کی بنا پر نہیں بلکہ بصیرت کی بنا پر ایمان لاتے ہیں ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ﴾ "اور صرف کفار ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں" جن کی فطرت میں انکار حق اور عناد رچا بسا ہوا ہے۔ اس حصر کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے اس کا انکار کیا یعنی ان میں سے کسی شخص کا مقصد متابعت حق نہیں۔ ورنہ جس شخص کا مقصد صحیح ہے تو وہ لازمی طور پر ایمان لاتا ہے کیونکہ یہ واضح دلائل پر مشتمل ہے اور ان دلائل کو ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو عقل سے بہرہ ور ہے' جو اسے توجہ سے سنتا ہے اور اس کی صداقت پر گواہ بھی ہے۔

اس عظیم کتاب کی صداقت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ اسے وہ نبی امین لے کر آیا ہے جس کی صداقت اور امانت کا اس کی پوری قوم اعتراف کرتی ہے' جس کے پورے معمولات اور تمام احوال کو اس کی قوم اچھی طرح جانتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا بلکہ وہ تو لکھا ہوا پڑھ نہیں سکتا۔ اس صورت حال میں ایک کتاب پیش کرنا سب سے بڑی اور قطعی دلیل ہے' جس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور قابل ستائش ہے، بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا﴾ یعنی آپ پڑھ نہیں سکتے تھے ﴿مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا﴾ "اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے' اگر ایسا ہوتا۔" یعنی اگر آپ کا یہ حال ہوتا کہ آپ لکھ پڑھ سکتے ہوتے ﴿لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ "تو اہل باطل ضرور شک کرتے" اور کہتے کہ محمد (ﷺ) نے تمام چیزیں پچھلی کتابوں سے پڑھی ہیں یا وہاں سے نقل کی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے قلب پر ایک جلیل القدر کتاب نازل فرمائی۔ اس جیسی کتاب لانے یا اس جیسی ایک سورت ہی بنا لانے کے لیے بڑے بڑے فصیح وبلیغ اور جھگڑالو دشمنوں کو مقابلے کی دعوت دی گئی مگر وہ بالکل عاجز آ گئے بلکہ اس کی فصاحت وبلاغت کو دیکھ کر انہوں نے اس کا مقابلہ کرنے کا خیال بھی دل سے نکال دیا

کیونکہ کسی بشر کا کلام اس کا مقابلہ کر سکتا ہے نہ اس کی برابری، اس لیے فرمایا:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ

بلکہ وہ (قرآن) تو آیتیں ہیں واضح، سینوں میں ان لوگوں کے جو دیے گئے علم، اور نہیں انکار کرتے

بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۹

ہماری آیتوں کا مگر ظالم لوگ ہی ○

﴿بَلْ﴾ ''بلکہ'' یہ قرآن کریم ﴿اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ﴾ ''واضح آیات ہیں'' نہ کہ مخفی ﴿فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ ''ان لوگوں کے سینوں میں جو علم دیے گئے ہیں۔'' یہ لوگ تمام مخلوق کے سردار، ان کے زیادہ عقل و خرد رکھنے والے اور کامل لوگ ہیں۔ جب ان آیات بینات نے اس قسم کے اصحاب خرد کے سینوں کو منور کر رکھا ہے تو دوسروں پر تو بدرجہ اولیٰ حجت ہیں اور دوسرے لوگ انکار کر کے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ انکار ظلم کے سوا کچھ نہیں، بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔'' یعنی ان آیات کا انکار ایک جاہل شخص ہی کر سکتا ہے جو علم کے بغیر بحث کرتا ہے اور اہل علم اور ان لوگوں کی اقتدا نہیں کرتا جو اس کی حقیقت کی معرفت رکھتے ہیں، یا ان آیات کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں جو حق کو جان کر اس سے عناد رکھتے ہیں اور اس کی صداقت کو پہچان کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ

اور کہا انہوں نے، کیوں نہیں اتارے گئے آپ پر معجزے آپ کے رب کی طرف سے؟ آپ کہہ دیجیے: یقیناً معجزے تو اللہ کے پاس ہیں اور بلاشبہ

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ

میں تو ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ کیا نہیں کافی انہیں (یہ کہ) بیشک ہم نے نازل کی آپ پر (یہ) کتاب، وہ پڑھی جاتی ہے ان پر؟ بلاشبہ اس میں

ع ٥ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ

البتہ رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○ کہہ دیجیے: کافی ہے اللہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ،

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ

وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ لوگ جو ایمان لائے باطل (جھوٹ) پر اور کفر کیا انہوں نے ساتھ اللہ کے،

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۵۲

یہی لوگ، ہیں خسارہ پانے والے ○

جب رسول اللہ ﷺ یہ کتاب عظیم لے کر آئے تو ان ظالموں نے اعتراض کیا اور معینہ معجزات کے نزول کا مطالبہ کیا جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ

﴿يَنْبُوْعًا﴾ (بنی اسراءیل:۱۷/ ۹۰) ''اورانہوں نے کہاہم تجھ پرایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے پانی کا ایک چشمہ جاری نہ کردے۔'' معجزات وآیات کا تعین ان کے بس کی بات ہے نہ رسول (ﷺ) کے اختیار میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی تدابیر ہیں اور کسی کے اختیار میں کچھ نہیں، اس لیے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''کہہ دیجیے! معجزات تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔'' لہٰذا اگر وہ چاہے تو یہ آیات نازل کر دے اور نہ چاہے تو روک دے۔ ﴿وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور میں تو صرف کھلا خبردار کرنے والا ہوں'' اس سے زیادہ میرا کوئی مرتبہ نہیں۔

مقصد تو باطل سے حق کو واضح کرنا ہے۔ جب کسی بھی طریقے سے مقصد حاصل ہو گیا تو معین معجزات کا مطالبہ کرنا ظلم و جور' اللہ تعالیٰ اور حق کے ساتھ تکبر اور عناد ہے' بلکہ اگر رسول اللہ ﷺ ان آیات و معجزات کو نازل کرنے پر قادر ہوتے اور ان کے دلوں میں یہ بات ہوتی کہ وہ ان معجزات کے بغیر حق کو نہیں مانیں گے' تو یہ حقیقی ایمان نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کی خواہشات نفس کے مطابق ہے اس لیے وہ ایمان لے آئے۔ وہ اس لیے ایمان نہیں لائے کہ وہ حق ہے بلکہ اس لیے ایمان لائے ہیں کہ ان کا معجزے کا مطالبہ پورا ہو گیا۔ فرض کیا اگر ایسا ہی ہو تو معجزات نازل کرنے کا کون سا فائدہ ہے؟ چونکہ مقصد تو حق بیان کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ﴾ ''کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں؟'' یعنی کیا انہیں آپ کی صداقت اور آپ کی لائی ہوئی کتاب کی صداقت کا یقین کافی نہیں؟ ﴿اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ﴾ ''کہ بلاشبہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔'' یہ مختصر اور جامع کلام ہے جو واضح آیات اور بہت سے روشن دلائل پر مشتمل ہے۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ رسول (ﷺ) کا ان پڑھ ہونے کے باوجود مجرد قرآن کا پیش کرنا ہی آپ کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے اس پر مستزاد اس کا انہیں مقابلہ کرنے کا چیلنج دینا اور ان کا مقابلہ کرنے میں بے بس ہونا دوسری بڑی دلیل ہے، پھر علانیہ ان کے سامنے اس کا پڑھا جانا' اس کا غالب و ظاہر ہونا اور یہ دعویٰ کیا جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور رسول (ﷺ) کا ایسے حالات میں اس کو دلائل کے ذریعے سے غالب کرنا' جبکہ آپ کے انصار و اعوان بہت کم اور مخالفین اور دشمن بہت زیادہ تھے' تو ان حالات میں بھی آپ کا اس کو نہ چھپانا اور آپ کا اپنے عزم و ارادے سے باز نہ آنا بلکہ برسرعام شہروں اور بستیوں میں پکار پکار کر کہنا کہ یہ میرے رب کا کلام ہے...... آپ کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

کیا کوئی اس کے ساتھ معارضہ کر سکتا ہے' یا اس سے مقابلہ کرنے کی بات کر سکتا ہے؟ پھر گزشتہ کتابوں پر اس کی نگہبانی کرنا' صحیح باتوں کی تصدیق کرنا' تحریف اور تغیر و تبدل کی نفی کرنا اور پھر اس کا اپنے اوامر و نواہی میں راہ

کیا کوئی اس کے ساتھ معارضہ کر سکتا ہے‘ یا اس سے مقابلہ کرنے کی بات کر سکتا ہے؟ پھر گزشتہ کتابوں پر اس کی نگہبانی کرنا‘ صحیح باتوں کی تصدیق کرنا‘ تحریف اور تغیر و تبدل کی نفی کرنا اور پھر اس کا اپنے اوامر و نواہی میں راہ راست کی طرف راہنمائی کرنا‘ اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اس نے کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیا جس کے بارے میں عقل یہ کہتی ہو کہ کاش اس نے یہ حکم نہ دیا ہوتا اور کسی ایسی چیز سے نہیں روکا جس کے بارے میں عقل یہ کہتی ہو کہ کاش اس نے اس چیز سے نہ روکا ہوتا بلکہ یہ کتاب اصحاب بصیرت اور خردمندوں کے نزدیک عدل اور میزان کے عین مطابق ہے۔ پھر اس کے ارشادات‘ اس کی ہدایت و راہنمائی اور اس کے احکام تمام حالات و زماں کے لیے جاری و ساری ہیں‘ نیز تمام امور کی اصلاح اسی سے ممکن ہے۔...... یہ تمام چیزیں اس شخص کے لیے کافی ہیں جو حق کی تصدیق چاہتا ہے اور حق کا متلاشی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کفایت عطا نہیں کرتا‘ جس کے لیے قرآن کافی نہ ہو اور ایسے شخص کو شفا سے نہیں نوازتا جس کے لیے قرآن شافی نہ ہو۔ جو کوئی قرآن سے راہنمائی حاصل کرتا ہے اور اسے اپنے لیے کافی سمجھتا ہے تو یہ اس کے لیے رحمت اور بھلائی ہے‘ اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّ ذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ’’بے شک مومنوں کے لیے اس میں نصیحت اور رحمت ہے۔‘‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عظیم کتاب علم کثیر‘ لامحدود بھلائی‘ تزکیۂ قلب و روح‘ تطہیر عقائد‘ تکمیل اخلاق‘ فتوحات الٰہیہ اور اسرار ربانیہ پر مشتمل ہے۔

﴿قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَهِیْدًا﴾ ’’کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔‘‘ اس لیے میں نے اسے گواہ بنایا ہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کا عبرتناک عذاب نازل ہو اگر اللہ تعالیٰ میری تائید اور مدد کرتا اور میرے لیے میرے تمام معاملات آسان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جلیل القدر شہادت تمہارے لیے کافی ہونی چاہیے اور اگر تمہارے دلوں میں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت...... جسے تم نے سنا ہے نہ دیکھا ہے...... دلیل کے لیے کافی نہیں تو اللہ تعالیٰ ﴿یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔‘‘ میرا حال‘ تمہارا حال اور میری باتیں اس کے جملہ علم میں شامل ہیں۔ اگر میں نے اس پر جھوٹ گھڑا ہے‘ حالانکہ وہ اس کا علم رکھتا ہے اور مجھے سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے‘ تو یہ اس کے علم‘ قدرت اور حکمت میں قادح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ﴾ (الحاقة: ٦٩/ ٤٤۔٤٦) ’’اور اگر اس نے ہم پر کوئی جھوٹ باندھا ہوتا تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ جاں کاٹ دیتے۔‘‘

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ’’اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ کا انکار کیا‘ وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔‘‘ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ‘ اس کے فرشتوں‘ اس کی کتابوں‘ اس کے رسولوں اور

روز قیامت پر ایمان نہ لا کر خسارے میں رہے اور چونکہ ان سے دائمی نعمتیں چھوٹ گئیں اور حق کے مقابلے میں باطل حاصل ہوا اور نعمتوں کے مقابلے میں الم ناک عذاب' اسی لیے وہ قیامت کے روز اپنے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں گھاٹے میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَأْتِيَنَّهُم

اور وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں آپ سے عذاب' اور اگر نہ ہوتا (عذاب کا) وقت مقرر تو البتہ آجاتا انکے پاس عذاب' اور البتہ وہ ضرور آئے گا انکے پاس

بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ

اچانک ہی' اور وہ نہیں شعور رکھتے ہوں گے ○ وہ جلدی مانگتے ہیں آپ سے عذاب' اور بلاشبہ جہنم البتہ گھیرنے والی ہے

بِالْكَافِرِينَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

کافروں کو ○ اس دن ڈھانپ لے گا ان کو عذاب' ان کے اوپر سے اور نیچے سے ان کے پاؤں کے'

وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾

اور فرمائے گا وہ (اللہ:) چکھو تم (مزہ اس کا) جو کچھ تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول (ﷺ) اور قرآن کی تکذیب کرنے والے جہلا کی جہالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے' نیز یہ کہ وہ عذاب کے لیے جلدی مچاتے اور تکذیب میں اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (الملك: ٢٥/٦٧) ''یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ اگر اس عذاب کے لیے ایک مدت مقرر نہ کر دی گئی ہوتی ﴿لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''تو ان پر عذاب آچکا ہوتا۔'' یعنی ان پر ہمیں عاجز اور بے بس سمجھنے اور حق کی تکذیب کرنے کی بنا پر عذاب نازل ہو جاتا۔ اگر ہم ان کو ان کی جہالت کی بنا پر پکڑتے تو ان کی باتیں انھیں فوراً عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث بن جاتیں' بایں ہمہ اس کے وقت نزول کو دور نہ سمجھیں کیونکہ یہ عذاب عنقریب ان کو پہنچے گا ﴿بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ''اچانک اور ان کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔'' لہٰذا ایسے ہی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ جب وہ اتراتے اور تکبر کرتے ہوئے میدان ''بدر'' میں اترے تو وہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل ورسوا کیا' ان کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے اور تمام شریر لوگوں کا استیصال ہو گیا اور (مکہ میں) کوئی گھرانہ ایسا نہ بچا جسے یہ مصیبت نہ پہنچی ہو۔

ان پر اس طرح عذاب آیا کہ ان کو وہم وگمان اور شعور تک نہ تھا...... تاہم اگر ان پر دنیاوی عذاب نازل نہیں ہوا تو اخروی عذاب ان کے سامنے ہے جس سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا خواہ دنیا میں اس پر عذاب نازل ہوا ہو یا اسے مہلت دے دی گئی ہو۔ ﴿وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ ''اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرنے والی

ہے۔'' جہنم کا عذاب ان سے دور ہو گا نہ اسے ان سے ہٹایا جا سکے گا۔ جہنم کا عذاب انہیں ہر طرف سے گھیر لے گا جیسے ان کے گناہوں' ان کی برائیوں اور ان کے کفر نے انہیں گھیر رکھا ہے۔ یہ عذاب بہت سخت عذاب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''جس دن ان کو عذاب ڈھانپ لے گا' ان کے اوپر اور ان کے قدموں کے نیچے سے اور اللہ کہے گا' چکھو مزا اس کا جو تم کرتے تھے۔'' کیونکہ تمہارے اعمال تمہارے لیے عذاب بن گئے جس طرح تمہارا کفر اور تمہارے گناہ بے شمار تھے اسی طرح تمہارے لیے عذاب بھی لامحدود ہو گا۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

اے میرے (وہ) بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین (بہت) وسیع ہے پس صرف میری ہی عبادت کرو تم ○ ہر نفس

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

چکھنے والا ہے موت کو' پھر ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے تم ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک' البتہ ضرور جگہ دیں گے ہم انہیں

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ

جنت کے بالاخانوں میں' بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں' ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں' بہت اچھا اجر ہے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾

(نیک) عمل کرنے والوں کا ○ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو!'' اور جنہوں نے میرے رسول کی تصدیق کی ہے ﴿ اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴾ ''میری زمین فراخ ہے' پس تم میری ہی عبادت کرو۔'' یعنی جب کسی سرزمین میں تمہارے لیے اپنے رب کی عبادت کرنا ممکن نہ رہے تو اس کو چھوڑ کر کسی اور سرزمین میں چلے جاؤ جہاں تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہیں بہت کشادہ ہیں۔ تمہارا معبود ایک ہے اور موت تمہیں آ کر رہے گی پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ وہ اس شخص کو بہترین جزا سے نوازے گا جس نے ایمان اور عمل صالح کو اکٹھا کیا' وہ انہیں رفیع الشان بالاخانوں اور خوبصورت منازل میں ٹھہرائے گا وہاں وہ تمام چیزیں جمع ہوں گی جسے نفس چاہتے اور آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں اور ان منازل میں تم ہمیشہ رہو گے۔ ﴿ نِعْمَ ﴾ نعمتوں بھری جنت کے اندر یہ منازل بہترین ﴿ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ ''اجر ہے عمل کرنے والوں کا'' اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ ﴿ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ﴾ ''جنہوں نے صبر کیا'' اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ﴿ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ ''اور وہ اس معاملے میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' عبودیت الٰہی پر ان کا صبر اس بارے میں سخت جدوجہد اور شیطان کے خلاف بہت بڑی جنگ

کا تقاضا کرتا ہے، جواس عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ان کو دعوت دیتا رہتا ہے۔

ان کا توکل، اللہ تعالیٰ پر ان کے بہت زیادہ اعتماد کا مقتضی ہے نیز اللہ تعالیٰ پر ان کا حسن ظن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو متحقق کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچائے گا جن کا انہوں نے عزم کیا ہے۔ ہر چند کہ توکل، صبر کے اندر داخل ہے تاہم یہاں اس کو الگ بیان کیا ہے کیونکہ بندہ ہر فعل کے کرنے اور ترک کرنے میں، جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے، توکل کا محتاج ہے اور کسی کام کو ترک کرنا یا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا توکل علی اللہ کے بغیر اتمام پذیر نہیں ہوتا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا

اور کتنے ہی زمین پر چلنے والے (جانور) ہیں کہ نہیں اٹھائے پھرتے وہ رزق اپنا، اللہ ہی رزق دیتا ہے ان کو

وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾

اور تمہیں بھی، اور وہی ہے خوب سننے والا، خوب جاننے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات، خواہ وہ عاجز ہوں یا طاقت ور، سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے۔ ﴿ مِّنْ دَآبَّةٍ ﴾ روئے زمین پر کتنے ہی کمزور اعضا اور کمزور عقل والے چوپائے ہیں ﴿ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ﴾ ''جو اپنا رزق نہیں اٹھائے پھرتے'' اور نہ وہ ذخیرہ کرتے ہیں بلکہ ان کے پاس رزق کے لیے کوئی چیز ہوتی ہی نہیں، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں وقت پر رزق مہیا کرتا ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ﴾ ''اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی۔'' تم سب اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہو جو تمہارے رزق کا اسی طرح انتظام کرتا ہے جس طرح اس نے تمہاری تخلیق اور تدبیر کی ہے۔ ﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ ''اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ کوئی جانور عدم رزق کی بنا پر ہلاک نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا رہ گیا اور اسے رزق مہیا نہ ہو سکا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (ھود: 11/6) ''اور زمین پر چلنے والا کوئی جان دار ایسا نہیں جس کے رزق کی کفالت اللہ کے ذمہ نہ ہو وہ جانتا ہے کہ کہاں اس کا ٹھکانا ہے اور کہاں اسے سونپا جانا ہے ہر چیز ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ

اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے، کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ اور (کس نے) خدمت پر لگایا سورج اور چاند کو؟ تو ضرور کہیں گے وہ: اللہ نے،

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ

''پس کہاں پھیرے جاتے ہیں وہ؟ ○ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے وہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور وہی تنگ کرتا ہے جس کے لیے (چاہتا ہے) بلاشبہ

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے○ اور البتہ اگر آپ پوچھیں ان سے کس نے اتارا ہے آسمان سے پانی پھر اس نے زندہ (آباد) کیا

بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ

زمین کو اسکے ذریعے سے بعد اسکی موت (ویرانی) کے؟ تو البتہ ضرور کہیں گے وہ: اللہ نے، کہہ دیجیے: تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں،

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

بلکہ اکثر ان کے نہیں عقل رکھتے○

ان آیات کریمہ میں مشرکین کے خلاف، جو توحید الوہیت اور توحید عبادت کی تکذیب کرتے ہیں...... توحید ربوبیت کے ذریعے سے، جس کا وہ اقرار کرتے ہیں...... الزامی استدلال کیا گیا ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کون ہے جو آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کے مرنے کے بعد اس کو زندگی عطا کرتا ہے اور کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام کائنات کی تدبیر ہے؟ ﴿لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ تو وہ جواب دیں گے کہ اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ان تمام امور میں بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی، جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، بے بسی کا اعتراف کریں گے۔ ان کے جھوٹ اور بہتان طرازی پر تعجب کیجیے کہ وہ خود ساختہ معبودوں کی عاجزی اور بے بسی کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی تدبیر کرنے کے مستحق نہیں بایں ہمہ وہ ان کی عبادت کی طرف مائل ہیں۔ آپ ان کو لوگوں کی اس فہرست میں لکھ دیجیے جن میں عقل معدوم ہے، جو بے وقوف اور ضعیف العقل ہیں۔ کیا آپ کسی کو اس شخص سے زیادہ کم عقل اور بے بصیرت پائیں گے جو اپنی حاجت روائی کے لیے کسی پتھر کے بت یا قبر کے پاس آتا ہے حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ جو تخلیق پر قادر ہیں نہ رزق رسانی پر؟ پھر ان کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہیں اور انہیں اپنے رب کا شریک بنا دیتے ہیں جو خالق و رزاق اور نفع و نقصان کا مالک ہے۔

آپ کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہدایت اور گمراہی کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور مشرکین کے موقف کا بطلان واضح کر دیا تاکہ اہل ایمان اس سے بچے رہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ہر قسم کی حمد و ستائش کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو تخلیق فرمایا، جو ان کی تدبیر کرتا ہے، جو ان کو رزق بہم پہنچاتا ہے، جسے چاہتا ہے رزق میں کشادگی عطا کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رزق کو تنگ کر دیتا ہے یہ اس کی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اس کے بندوں کے لیے درست اور مناسب کیا ہے۔

وقف لازم

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ

اور نہیں ہے یہ زندگی دنیا کی مگر لہو و لعب (کھیل تماشہ)، اور بلاشبہ گھر آخرت کا البتہ وہی ہے (اصل) زندگی،

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

کاش! ہوتے وہ جانتے○ پس جب سوار ہوتے ہیں وہ (مشرکین) کشتی میں تو پکارتے ہیں وہ اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین (پکار) کو

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫

پس جب وہ نجات دے دیتا ہے انہیں خشکی کیطرف تو ناگہاں وہ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ کفر کریں وہ ساتھ اس (نعمت) کے جو دی ہم نے انکو اور تاکہ فائدہ اٹھائیں وہ،

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

پس عنقریب وہ جان لیں گے○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک ہم نے بنایا ہے حرم کو امن والا جب کہ اچک لئے جاتے ہیں لوگ

مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

ان (اہل عرب) کے آس پاس سے؟ کیا پس باطل پر وہ ایمان لاتے ہیں اور ساتھ اللہ کی نعمت کے وہ کفر کرتے ہیں؟○ اور کون زیادہ ظالم ہے

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

اس شخص سے جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا اس نے حق کو جب آیا وہ اس کے پاس؟ کیا نہیں ہے جہنم میں

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ

ٹھکانا کافروں کے لیے؟○ اور وہ لوگ جنہوں نے جہاد کیا ہمارے حق میں' البتہ ضرور ہدایت دیں گے ہم انہیں اپنے راستے کی'

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع

اور بلاشبہ اللہ البتہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے○

اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت کے احوال کی خبر دیتا ہے اور اس ضمن میں دنیا سے بے رغبتی رکھنے کی ترغیب اور آخرت کا شوق پیدا کرتا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ﴾ ''اور نہیں ہے یہ دنیا کی زندگی'' یعنی اس دنیاوی زندگی کی حقیقت ﴿اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ﴾ ''مگر کھیل کود۔'' جس کی بنا پر دل غافل اور بدن کھیل میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو زیب وزینت اور ان لذات وشہوات سے لبریز کر دیا ہے جو دلوں کو کھینچ لیتی ہیں' آنکھوں کو خوبصورت نظر آتی ہیں اور نفوس باطلہ کو فرحت عطا کرتی ہیں۔ پھر دنیا کی یہ زینت وزیبائش جلد ہی زائل ہو کر ختم ہو جائے گی اور اس دنیا سے محبت کرنے والے کو ندامت اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

رہا آخرت کا گھر تو وہی ﴿الْحَيَوَانُ﴾ حقیقی زندگی ہے' یعنی آخرت کی زندگی درحقیقت کامل زندگی ہے جس کے لوازم میں سے ہے کہ آخرت کے لوگوں کے بدن نہایت طاقتور اور ان کے قویٰ نہایت سخت ہوں' کیونکہ وہ ایسے ابدان اور قویٰ ہوں گے جو آخرت کی زندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس زندگی میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جو اس زندگی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اور جس سے لذت پوری ہوتی ہے مثلاً دلوں کو تازگی اور فرحت بخشنے والی

چیزیں اور جسموں کی خواہشات کی تکمیل کے لیے ماکولات، مشروبات اور پاک بدن بیویاں وغیرہ ہوں گی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے خیال میں کبھی ان کا گزر ہوا ہے۔ ﴿ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اگر وہ جانتے ہوتے'' تو وہ کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے اور اگر انہیں عقل ہوتی تو آخرت کی کامل زندگی کو چھوڑ کر لہو و لعب کی زندگی کی طرف مائل نہ ہوتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جنہیں علم ہے انہیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینی چاہیے کیونکہ انہیں دونوں جہانوں کی حالت معلوم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف الزامی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ سمندر میں کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو موجوں کے تلاطم اور انتہائی شدت کے وقت ہلاکت کے خوف سے اپنے خود ساختہ معبودوں کو پکارنا چھوڑ دیتے ہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ جب یہ شدت اور مصیبت ختم ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ، جس کو انہوں نے اخلاص کے ساتھ پکارا تھا، ان کو بچا کر ساحل پر لے آتا ہے تو وہ ان ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیتے ہیں جنہوں نے ان کو طوفان کی مصیبت سے نجات دی نہ ان سے مشقت کو دور کیا۔ وہ سختی اور نرمی، تنگی اور آسانی دونوں حالتوں میں خالص اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں پکارتے تاکہ وہ حقیقی مومنین کے زمرے میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے ثواب کے مستحق بن سکیں اور اس کے عذاب سے بچ سکیں؟ مگر سمندر سے نجات کی نعمت کے بعد ان کا شرک کرنا ہماری عنایات کے مقابلے میں کفر اور ہماری نعمت کے مقابلے میں برائی کا ارتکاب ہے تو وہ اس دنیا سے خوب فائدہ اٹھا لیں جیسے چوپائے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کا مطمح نظر بطن و فرج کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ﴿ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔'' جب وہ اس دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوں گے اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ شدت غم اور دردناک عذاب کیا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے امن والے حرم کا احسان جتلایا ہے کہ اہل حرم امن اور کشادہ رزق سے مستفید ہوتے ہیں جبکہ ان کے اردگرد لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے اور وہ خوف زدہ رہتے ہیں، تو یہ اس ہستی کی عبادت کیوں نہیں کرتے جس نے بھوک اور قحط میں کھانا کھلایا اور خوف اور بدامنی میں امن مہیا کیا؟ ﴿ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں۔'' اس سے مراد ان کا شرک اور دیگر باطل اقوال و افعال ہیں۔ ﴿ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں'' ان کی عقل و دانش کہاں چلی گئی کہ وہ گمراہی کو ہدایت پر، باطل کو حق پر اور بدبختی کو خوش بختی پر ترجیح دے رہے ہیں؟ وہ مخلوق میں سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا؟'' اور اپنی گمراہی اور باطل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا۔ ﴿ اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ﴾ ''یا اس نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ اس کے پاس آیا'' رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے۔ مگر اس ظالم اور معاند حق کے سامنے جہنم

ہے ﴿ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴾ ''کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟'' اس جہنم کے ذریعے سے ان سے حق وصول کیا جائے گا' انہیں رسوا کیا جائے گا اور جہنم ان کا دائمی ٹھکانا ہوگا' جہاں سے وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔

﴿ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی۔'' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی' اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کرنے کی بھرپور کوشش کی ﴿ لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ ''ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے۔'' یعنی ہم ان کو ان راستوں پر گامزن کر دیتے ہیں جو ہم تک پہنچتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نیکوکار ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد' نصرت اور ہدایت کے ذریعے سے نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ صحیح بات کی موافقت کرنے کے حق دار اہل جہاد ہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کی احسن طریقے سے تعمیل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور ہدایت کے اسباب کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی شرعی علم کی طلب میں جدوجہد کرتا ہے اسے اپنے مطلوب ومقصود اور ان امور الٰہیہ کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی معاونت اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے جو اس کے مدارک اجتہاد سے باہر ہیں اور امور علم اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ شرعی علم طلب کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ یہ جہاد کی دو اقسام میں سے ایک ہے جسے صرف خاص لوگ ہی قائم کرتے ہیں...... اور وہ ہے منافقین وکفار کے خلاف قولی اور لسانی جہاد۔ امور دین کی تعلیم کے لیے جدوجہد کرنا اور مخالفین حق' خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں' کے اعتراضات کا جواب دینا بھی جہاد ہے۔

تفسیر سورۃ الروم

سُوْرَةُ الرُّوْمِ (۳۰) مَكِّيَّةٌ (۸۴) | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۶۰ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان' بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾

الٓمّٓ ○ مغلوب ہو گئے رومی ○ قریب ترین زمین (شام وغیرہ) میں اور وہ بعد اپنے مغلوب ہونے کے عنقریب غالب ہونگے ○

فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ

چند سالوں میں' اللہ ہی کے لئے ہے اختیار پہلے بھی اور بعد میں بھی' اور اس (غلبے کے) دن خوش ہوں گے

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ

مومن ○ اللہ کی مدد سے، وہ مدد دیتا ہے جسے چاہتا ہے' اور وہ ہے نہایت غالب' بہت رحم کرنے والا ○ وعدہ ہے اللہ کا،

لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۶ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدے کے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ وہ جانتے ہیں ظاہر کو

مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚۖ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

زندگانی دنیا سے اور وہ آخرت سے وہ غافل ہیں ○

اس زمانے میں ایران اور روم دنیا کی سب سے بڑی سلطنتیں تھیں ان دونوں کے درمیان اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں جیسا کہ ہم پلہ سلطنتوں کے مابین اس قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ایرانی مشرک تھے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔ رومی اہل کتاب تھے اور اپنے آپ کو تورات اور انجیل کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اہل فارس کی نسبت رومی مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے، اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ رومی ایرانیوں پر فتح حاصل کریں چونکہ مشرکین مکہ اور اہل فارس شرک میں مشترک تھے اس لیے مشرکین مکہ رومیوں پر اہل فارس کی فتح چاہتے تھے۔ ایرانیوں کو رومیوں کے خلاف جنگی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن انہیں مکمل فتح حاصل نہ ہوئی بلکہ ایران سے ملحق بعض رومی علاقے ایرانیوں کے قبضہ میں آ گئے اس پر مشرکین مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمان اس فتح پر بہت رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ کیا بلکہ ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ عنقریب رومی اہل فارس پر فتح حاصل کریں گے۔

﴿ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ﴾ "چند سالوں میں۔" تقریباً آٹھ نو سال کی مدت میں جو دس سال سے زیادہ اور تین سال سے کم نہ ہوگی۔ یہ رومیوں پر ایرانیوں کی فتح اور پھر ایرانیوں پر رومیوں کا غلبہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قضا وقدر پر مبنی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ﴾ اس (شکست) سے پہلے بھی اللہ ہی کا حکم چلتا تھا اور بعد میں بھی اسی کا چلے گا۔" یعنی غلبہ اور فتح ونصرت مجرد وجود اسباب پر منحصر نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے قضا وقدر کا مقرون ہونا ضروری ہے ﴿ وَیَوْمَىِٕذٍ ﴾ "اور اس روز" یعنی جس روز رومیوں کو ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل ہوگی اور ان پر غالب آئیں گے ﴿ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ "اہل ایمان خوش ہو رہے ہوں گے اللہ کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔" یعنی اہل ایمان ایرانیوں کے خلاف رومیوں کی فتح پر خوش ہو رہے ہوں گے..... اگرچہ دونوں قومیں کافر تھیں تاہم کچھ برائیاں بعض دیگر برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں..... اور اس روز مشرکین سوگ منا رہے ہوں گے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ ﴾ "اور وہ غالب ہے۔" یعنی اللہ وہ ہستی ہے جو عزت وغلبہ کی مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت سے سرفراز کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ ﴿ الرَّحِیْمُ ﴾ "اپنے مومن بندوں پر بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے" کیونکہ اس نے ان کے لیے بے حد وحساب اسباب فراہم کیے جو ان کو سعادت مند بناتے اور فتح ونصرت سے ہم کنار کرتے ہیں۔

﴿وَعۡدَ اللّٰہِؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ﴾ ’’یہ اللہ کا وعدہ ہے‘ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔‘‘ پس تم اس وعدے پر یقین رکھو‘ اسے حتمی سمجھو اور جان لو کہ یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں‘ جن میں اس وعدے کا ذکر ہے‘ تو اس وعدے کی مسلمانوں نے تصدیق کی مگر مشرکین نے اس کو نہ مانا حتیٰ کہ بعض مسلمانوں اور بعض کفار نے اس پر شرط لگا لی اور کچھ سالوں کی مدت مقرر کر لی۔ جب وہ مدت آ ئی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھی تھی تو رومیوں کو ایرانیوں کے خلاف فتوحات حاصل ہونے لگیں۔ رومیوں نے ایرانی افواج کو ان تمام علاقوں سے نکال باہر کیا جو انہوں نے رومیوں سے چھینے تھے اور یوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا۔

اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے جن کے وقوع سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق پیش گوئی کے طور پر آ گاہ فرما دیا تھا اور یہ پیش گوئی انہی مسلمانوں اور کافروں کے دور میں وقوع پذیر ہوئی جن کے دور میں یہ پیش گوئی کی گئی تھی ﴿وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ ’’لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘ کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا وعدہ حق ہے۔ بنابریں ان میں ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو اللہ کے وعدے کو سچ نہیں مانتا اور اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے یعنی جو اشیاء کے اسرار نہاں اور ان کے عواقب کو نہیں جانتے۔

﴿یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾ ’’وہ تو صرف دنیاوی زندگی کے ظاہر کو دیکھ سکتے ہیں۔‘‘ یہ لوگ صرف اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ وہ ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر حتمی یقین رکھتے ہیں جن کے اسباب ان کی رائے کے مطابق پورے ہو چکے ہوں اور اگر انہوں نے ان اسباب کا مشاہدہ نہ کیا ہو جو ان واقعات کے وقوع کا تقاضا کرتے ہیں تو وہ ان کے عدم وقوع پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پس یہ لوگ اسباب کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں ان کی نظر مسبب الاسباب پر نہیں جو ان اسباب میں تصرف کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ﴾ ’’اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔‘‘ ان کے دل‘ ان کی خواہشات اور ان کے ارادے دنیا اور دنیا کی شہوات اور اس کے چند ٹکڑوں پر مرتکز ہیں۔ ان کے ارادے اور خواہشات اس دنیا کے لیے کام کرتے ہیں‘ اسی کے لیے کوشاں اسی کی طرف متوجہ اور آخرت سے غافل ہیں۔ ان کے سامنے کوئی جنت نہیں جس کا انہیں اشتیاق ہو‘ ان کے سامنے کوئی جہنم نہیں جس کا انہیں خوف ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے لیے کھڑے ہونے کا تصور ہے‘ جس سے یہ ڈر کر کانپ اٹھتے ہوں۔ یہ بدبختی کی علامت اور آخرت سے غفلت کا عنوان ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اس گروہ کے لوگ اس ظاہری دنیا میں ذہانت اور فطانت کے اس درجے تک پہنچے ہوئے ہیں جس سے عقل حیران اور دہشت زدہ ہو جاتی ہے۔ ان کے ہاتھوں برقی اور جوہری عجائبات ظاہر ہوئے انہوں نے بری‘ بحری اور فضائی سواریاں ایجاد کیں‘ وہ اپنی عقل کی مدد سے سب پر فوقیت لے گئے اور اپنی عقل کے ذریعے سے لوگوں کو حیران کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ قدرت عطا کی جس کے سامنے دیگر لوگ عاجز تھے۔ پس انہوں نے دوسروں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھا حالانکہ وہ خود اپنے دین کے معاملے

میں سب سے زیادہ کند ذہن، اپنی آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ غافل اور اپنی عاقبت کے بارے میں سب سے کم علم رکھتے ہیں۔ اہل بصیرت کی رائے ہے کہ وہ اپنی جہالت میں پاگل، اپنی گمراہی میں سرگرداں اور اپنے باطل میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔ درحقیقت یہی لوگ نافرمان ہیں۔

اگر وہ ان صلاحیتوں پر غور کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ ور کیا ہے اور اس ظاہری دنیا میں انہیں دقیق افکار سے نوازا، پھر غور کریں کہ انہوں نے اپنے آپ کو عقل عالی سے محروم کیا، تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمام معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اس کے بندوں میں اسی کا حکم جاری ہے اور یہ سب اس کی توفیق یا عدم توفیق کا معاملہ ہے تو وہ اپنے رب سے ڈرنے لگیں اور اس سے دعا کریں کہ وہ ان کی عقل اور ایمان کی تکمیل کرے جو اس نے ان کو عطا کی ہے حتیٰ کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائیں اور اس کے جوار میں نازل ہو جائیں۔ اگر یہ صلاحیتیں ایمان کے ساتھ مقرون ہوتیں اور ان کی بنیاد ایمان پر اٹھائی گئی ہوتی تو ترقی کے ساتھ ساتھ پاک صاف زندگی اس کا ثمرہ ہوتی مگر چونکہ ان کی بہت سی صلاحیتیں الحاد پر مبنی ہیں اس لیے ان کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

کیا نہیں غور و فکر کیا انہوں نے اپنے دلوں میں کہ نہیں پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے مگر

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ

ساتھ حق کے اور ایک وقت مقرر کے لئے؟ اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے البتہ کافر (منکر) ہیں ○ کیا نہیں

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا

سیر کی انہوں نے زمین میں، پس دیکھتے وہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو پہلے تھے ان سے؟ تھے وہ

اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ

زیادہ ان سے قوت میں اور پھاڑا تھا انہوں نے زمین کو اور آباد کیا تھا انہوں نے اسے بہت زیادہ اس سے جو انہوں نے آباد کیا ہے اسے اور آئے تھے ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ۭ

ان کے رسول ساتھ واضح دلائل کے پس نہیں تھا اللہ کہ وہ ظلم کرتا ان پر اور لیکن تھے وہ (خود ہی) اپنے آپ پر ظلم کرتے ○

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

پھر ہوا انجام ان لوگوں کا، جنہوں نے برا کیا تھا، برا ہی اس لئے کہ جھٹلایا انہوں نے اللہ کی آیتوں کو

وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ۧ

اور تھے وہ ان کا مذاق اڑاتے ○

کیا اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اس کی ملاقات کو جھٹلانے والوں نے کبھی غور نہیں کیا ﴿فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ”اپنے

آپ پر؟'' کیونکہ خود ان کی ذات میں نشانیاں ہیں جن کے ذریعے سے وہ اس حقیقت کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ ہستی جو انہیں عدم سے وجود میں لائی وہ عنقریب اس کا اعادہ کرے گی' وہ ہستی جس نے انہیں نطفہ' جمے ہوئے خون اور گوشت کی بوٹی کے مراحل سے گزار کر آدمی بنایا' پھر اس میں روح پھونکی' پھر اسے بچہ بنایا' اس بچے سے اسے جوان بنایا' پھر اسے بڑھاپے میں منتقل کیا اور پھر اسے انتہائی بڑھاپے کی طرف لے گیا۔ اس ہستی کے شایان شان نہیں کہ وہ ان کو مہمل اور بے کار چھوڑ دے کہ انہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے نہ کسی چیز سے روکا جائے اور انہیں نیکی پر ثواب دیا جائے نہ بدی پر سزا دی جائے۔

﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ پیدا کیا'' تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ ﴿وَاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور وقت مقرر تک۔'' یعنی زمین و آسمان کی مدت اس وقت تک ہے جب تک کہ دنیا کی مدت ختم ہو کر قیامت قائم نہیں ہو جاتی' تب یہ زمین و آسمان بدل کر کوئی اور ہی آسمان و زمین بن جائیں گے۔

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے قائل ہی نہیں۔'' اسی لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کی نہ انہوں نے ان رسولوں کی تصدیق کی جنہوں نے قیامت کے قائم ہونے کی خبر دی تھی۔ ان کے اس کفر پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے برعکس قطعی دلائل قیامت اور جزا و سزا کے اثبات پر دلالت کرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ کی کہ وہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں اور ان لوگوں کے انجام پر غور کریں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کے حکم کی مخالفت کی۔ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور ان سے زیادہ شاندار آثار چھوڑ گئے' مثلاً انہوں نے محلات اور کارخانے بنائے' باغات اور کھیتیاں اگائیں اور نہریں کھودیں۔ مگر جب انہوں نے اپنے رسولوں کی' جو حق پر اور اپنی دعوت کی صحت پر واضح دلائل لے کر آئے تھے' تکذیب کی تو ان کی قوت ان کے کسی کام آئی نہ ان آثار نے انہیں کوئی فائدہ دیا...... کیونکہ جب وہ ان کے آثار دیکھیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ وہ قومیں ہلاک ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں' ان کے مسکن غیر آباد پڑے ہیں اور وہ مسلسل مخلوق کی مذمت کا نشانہ ہیں۔ یہ تو اس دنیا کی سزا ہے جو اخروی عذاب کی تمہید ہے۔ ان ہلاک شدہ قوموں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور اپنی ہلاکت کے اسباب مہیا کیے۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى﴾ ''پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا۔'' یعنی بہت قبیح اور بری حالت ہوئی اور یہ چیز ان کے لیے عذاب کی داعی بن گئی کہ ﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔'' یہ ان کی برائیوں اور گناہوں کی سزا ہے' پھر یہ تمسخر اور تکذیب ان کے لیے سب سے بڑی سزا کا سبب بنے گی۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اسے پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم○ اور جس دن قائم ہوگی قیامت

يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

مایوس ہو جائیں گے مجرم○ اور نہیں ہوں گے ان کیلیے انکے شریکوں میں سے کوئی سفارشی اور ہو جائینگے وہ (خود بھی) اپنے شریکوں (معبودوں) کا

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

انکار کرنے والے○ اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے○ پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اور انہوں نے عمل کیے نیک تو وہ باغ (بہشت) میں خوش حال کیے جائینگے○ اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور انہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو پس یہی لوگ عذاب میں حاضر (داخل) کیے جائیں گے○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات کی ابتدا کرنے میں تنہا ہے اور وہی ان کی تخلیق کا اعادہ کرے گا۔ پھر اس اعادۂ تخلیق کے بعد تمام مخلوقات اسی کی طرف لوٹیں گی تاکہ وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے، اسی لیے اس نے پہلے بدکاروں کی بدی کی سزا کا ذکر کیا پھر نیکوکاروں کی نیکی کی جزا کا ذکر فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ ''اور جس دن قیامت برپا ہوگی'' اور لوگ رب العالمین کے حضور حاضر ہوں گے اور قیامت کو عیاں طور پر دیکھ لیں گے تو اس روز ﴿يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''گناہ گار ناامید ہو جائیں گے۔'' یعنی وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں نے اس روز کے لیے جرائم کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا ہوگا۔ جرائم سے مراد کفر، شرک اور دیگر بڑے بڑے گناہ ہیں۔

چونکہ انہوں نے ایسے اعمال آگے روانہ کیے تھے جو عذاب کے موجب تھے اور ان کے پاس کوئی بھی ایسا عمل نہ تھا جو ثواب کا موجب ہوتا، اس لیے وہ اعمال خیر کے اعتبار سے مفلس ہوں گے اور سخت مایوس ہوں گے۔ ان کی تمام افترا پردازیاں گم ہو جائیں گی' ان کے خود ساختہ معبود ان کو کوئی فائدہ دے سکیں گے نہ ان کی کوئی سفارش کر سکے گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ﴾ ''اور نہیں ہوگا ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے کوئی بھی''، جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کیا کرتے تھے ﴿شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''سفارشی اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کر دیں گے۔'' یعنی مشرکین اپنے ان خود ساختہ معبودوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا تھا اور معبود اپنے پجاریوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ (القصص: ۲۸/ ۶۳) ''(اے اللہ!) ہم تیرے سامنے براءت

کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔'' وہ اپنے آپ پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ کی رحمت سے دور ہو جائیں گے۔اس روز اہل خیر اور اہل شر علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوں گے جس طرح دنیا میں ان کے اعمال علیحدہ علیحدہ تھے۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ یعنی جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے اس ایمان کی تصدیق کی ﴿ فَهُمۡ فِیۡ رَوۡضَةٍ ﴾ ''تو وہ باغ میں'' جس میں ہر قسم کے درخت' پودے اور تمام دل پسند چیزیں ہوں گی ﴿ یُّحۡبَرُوۡنَ ﴾ ''خوش ہوں گے۔'' یعنی ان کو خوش رکھا جائے گا اور نعمتوں سے نوازا جائے گا مثلاً نہایت لذیذ ماکولات و مشروبات' خوبصورت حوریں' خدام' خدمت گارلڑکے' طرب انگیز آوازیں' سرور انگیز نغمے' خوبصورت و خوش کن مناظر' بہترین خوشبوئیں' فرحت و سرور اور لذت و نعمت وغیرہ جن کے اوصاف بیان کرنے کی کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

﴿ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا' ان کے مقابلے میں کفر کیا ﴿ وَكَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ﴾ ''اور ہماری (ان) آیتوں کو جھٹلایا'' جنہیں ہمارے رسول لے کر آئے تھے ﴿ فَاُولٰٓئِكَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴾ ''تو وہ لوگ عذاب میں ڈالے جائیں گے۔'' جہنم ان کو ہر طرف سے گھیر لے گی' دردناک عذاب ان کے دلوں تک پہنچ جائے گا' ابلتا ہوا پانی ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔دونوں گروہوں کے درمیان کتنا فرق ہے؟ نعمتوں سے سرفراز اور عذاب میں مبتلا دونوں گروہوں کے مابین کہاں برابری ہے؟

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ

پس تسبیح کرو اللہ کی جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو ○ اور اسی کے لئے ہیں تمام تعریفیں آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ

اور زمین میں اور سہ پہر کو اور جب تم ظہر کرو ○ وہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور وہی نکالتا ہے مردہ کو

مِنَ الۡحَیِّ وَیُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۹﴾

زندہ سے' اور وہی زندہ (آباد) کرتا ہے زمین کو بعد اس کی موت (ویرانی) کے' اور اسی طرح نکالے جاؤ گے تم بھی ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس حقیقت کی خبر ہے کہ وہ ہر برائی اور ہر نقص سے پاک اور منزہ ہے نیز وہ اس سے بھی منزہ اور پاک ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کا مثیل ہو۔اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ صبح و شام' عشاء اور ظہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کریں۔ یہ پانچ اوقات' پانچ نمازوں کے اوقات ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں اس کی حمد و تسبیح بیان کریں۔اس میں فرائض و واجبات بھی داخل ہیں جیسے

نماز پنجگانہ اور مستحبات بھی شامل ہیں جیسے صبح و شام اور فرض نمازوں کے بعد اذکار و تسبیحات اور فرض نمازوں کے ساتھ والے نوافل (سنن موکدہ وغیرہ) کیونکہ یہ اوقات، جن کو اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ادائیگی کے طور پر اپنے بندوں کے لیے منتخب کیا ہے، افضل ترین اوقات ہیں' اس لیے ان اوقات میں تسبیح و تحمید اور عبادات، دیگر اوقات کی نسبت زیادہ فضیلت کی حامل ہیں بلکہ ان اوقات میں عبادات' اگرچہ وہ "سبحان اللّٰہ" کے ورد پر مشتمل نہ بھی ہوں (وہ تسبیح و تحمید کے زمرے میں آئیں گی) کیونکہ عبادت کے اندر اخلاص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اس بات سے تنزیہ ہے کہ عبادت میں اس کا کوئی شریک ہو یا جس اخلاص اور انابت کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی مستحق ہو۔

﴿ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ ﴾ ''وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔'' جیسے زندہ نباتات مردہ زمین سے، خوشہ بیج کے دانے سے، درخت گٹھلی سے، چوزہ انڈے سے اور مومن کافر سے نکلتا ہے۔ ﴿ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ﴾ ''اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔'' متذکرہ بالا چیزوں کے برعکس ﴿ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ اللہ تعالیٰ زمین پر بارش برساتا ہے جبکہ زمین خشک اور بنجر پڑی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس پر بارش برساتا ہے تو وہ لہلہا اٹھتی، پھول جاتی اور ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگاتی ہے۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴾ ''اور اسی طرح تمہیں بھی نکالا جائے گا'' تمہاری قبروں سے۔ یہ قطعی اور بہت بڑی دلیل و برہان ہے کہ وہ ہستی جس نے زمین کو اس کے بنجر ہو جانے کے بعد زندگی عطا کی، وہ مردوں کو زندہ کرے گی۔ عقل کے لحاظ سے دونوں امور کے مابین کوئی فرق نہیں، ایک چیز کے مشاہدے کے بعد دوسرے کے بعید ہونے کا کوئی موجب نہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اسکی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے' پھر ناگہاں تم انسان ہو' تم پھیل رہے ہو (زمین میں) ○

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ اس نے پیدا کیں (بنائیں) تمہارے لئے تمہارے نفسوں (تمہاری جنس) سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان سے

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور پیدا کر دی اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی' بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

یہاں سے وہ متعدد آیات شروع ہوتی ہیں جو الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے یکتا ہونے، اس کی عظمت کے کمال، اس کی مشیت کے نفوذ، اس کی قوت و اقتدار، اس کی صنعت کے جمال اور اس کی بے پایاں رحمت و احسان پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ﴾ ''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔'' یہ تھی نسل انسانی کے جد امجد، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ﴿ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴾

’’پھر اب تم انسان ہوکر جا بجا پھیل رہے ہو۔‘‘ اور اس نے تمہیں زمین کے تمام گوشوں اور کناروں تک پھیلایا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس ہستی نے تمہیں اس اصل سے تخلیق کیا اور پھر تمہیں زمین کے کناروں تک پھیلایا' وہی ہستی رب معبود' قابل ستائش بادشاہ کائنات' نہایت مہربان اور محبت کرنے والا پروردگار ہے جو تمہیں موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ ﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی' جو اس کے بندوں پر اس کی رحمت' اس کی عنایت' اس کی عظیم حکمت اور اس کے علم محیط پر دلالت کرتی ہے' یہ ہے ﴿ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ’’کہ اس نے تمہاری جنس ہی سے تمہارے جوڑے بنائے‘‘ جو تم سے مشابہت رکھتے ہیں اور تم ان سے مشابہت رکھتے ہو۔ ﴿ لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ﴾ ’’تاکہ ان کی طرف آرام حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کردی‘‘ نکاح وازدواج پر مترتب ہونے والے اسباب کے ذریعے سے جو محبت ومودت کے موجب ہیں۔ بیوی سے لذت تمتع' وجود اولاد کی منفعت' اولاد کی تربیت اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح شوہر اور بیوی کے درمیان محبت اور مودت ہوتی ہے غالب حالات میں آپ کبھی دو افراد کے درمیان اتنی محبت اور مودت نہیں پائیں گے ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ’’بے شک جو لوگ غور وفکر کرتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں نشانیاں ہیں۔‘‘ وہ اپنی عقل کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر کرتے ہیں اور وہ استدلال کے ذریعے سے ایک چیز سے دوسری چیز تک پہنچ جاتے ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا (بنانا) آسمانوں اور زمین کا' اور اختلاف تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾

بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانیاں ہیں علم والوں کے لیے ○

اہل علم وہ لوگ ہیں جو مقام عبرت کو سمجھتے ہیں اور آیات الٰہی میں تدبر کرتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔ اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر موجود ہے اسے پیدا کرنا ہے۔ یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی عظمتِ سلطان اور اس کے کامل اقتدار پر دلالت کرتی ہے جو ان بڑی بڑی مخلوقات کو وجود میں لایا' نیز یہ تخلیق اللہ کی کامل حکمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان مخلوقات کی تخلیق میں کمال درجے کی مہارت اور وسعت علم پائی جاتی ہے کیونکہ خالق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں پورا علم رکھتا ہو۔ ﴿ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ﴾ (الملك:٦٧/١٤) ’’بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ بے علم ہوسکتا ہے؟‘‘

نیز یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت اور اس کے فضل و کرم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان کی تخلیق میں منافع جلیلہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارادے کا مالک ہے وہ جو چاہتا ہے خصوصیات کی بنا پر اس کو منتخب کر لیتا ہے۔ وہ اکیلا اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کو ایک مانا جائے۔ چونکہ وہ تخلیق میں یکتا ہے اس لیے وہ مستحق ہے کہ وہ عبادت میں بھی یکتا ہو۔ یہ تمام عقلی دلائل ہیں، اللہ تعالیٰ نے عقل انسانی کو ان کی طرف توجہ دلائی ہے اور انہیں ان میں غور و فکر کرنے اور عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' اسی طرح ﴿اخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ﴾ ''تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔'' بھی نشانی ہے جو تمہاری کثرت اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کی بنا پر ہے حالانکہ تمہاری اصل ایک اور حروف کے مخارج ایک ہیں۔ بایں ہمہ آپ دو آوازیں بھی ایسی نہیں پائیں گے جو ہر لحاظ سے ایک جیسی ہوں نہ دو رنگ ایسے پائیں گے جو ہر لحاظ سے مشابہت رکھتے ہوں آپ دونوں کے درمیان ضرور فرق پائیں گے جس کے ذریعے سے ان کے مابین امتیاز کیا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور مشیت نافذہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عنایت اور رحمت ہے کہ اس نے ان کے درمیان زبانوں اور رنگوں کا اختلاف پیدا کیا تاکہ ان میں تشابہ واقع نہ ہو جس کی بنا پر اضطراب پیدا ہو جائے اور بہت سے مقاصد و مطالب فوت ہو جائیں۔

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَابۡتِغَآؤُكُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے سونا تمہارا رات اور دن میں اور تلاش کرنا تمہارا اس کے فضل کو

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۳﴾

بلاشبہ اس میں البتہ (عظیم) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں○

یعنی آیات و معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے تدبر و تفکر کے ساتھ سننے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ یہ آیت کریمہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ﴾ (القصص:۷۳/۲۸) ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات کے وقت سکون حاصل کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو اور شاید کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔'' نیز یہ آیت کریمہ اس کی کامل حکمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگ کسی وقت سکون حاصل کریں تاکہ وہ آرام کر سکیں اور کسی وقت اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کے لیے زمین پر پھیل جائیں اور یہ مصالح اس وقت تک پورے نہیں ہوتے جب تک کہ رات اور دن ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے نہ آئیں۔ جس اکیلی ہستی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگایا ہے وہی اکیلی ہستی عبادت کی مستحق ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ دکھاتا ہے تمہیں بجلی ڈراور امید کیلئے' اور وہی نازل کرتا ہے آسمان سے پانی' پس وہ زندہ کرتا ہے

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

اس کے ذریعے سے زمین کو بعد اس کی موت کے' بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ○

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ وہ تم پر بارش برساتا ہے جس سے زمین اور بندوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بارش برسانے سے قبل وہ تمہیں اس کے مقدمات کا مشاہدہ کراتا ہے' مثلاً بجلی کی چمک اور بجلی کی کڑک' جس سے امید وابستہ ہوتی ہے اور اس سے خوف بھی آتا ہے۔﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ﴾ ''بلاشبہ اس میں ضرور نشانیاں ہیں'' جو اس کے بے پایاں احسان' لامحدود علم' کامل مہارت اور عظیم حکمت پر دلالت کرتی ہیں' نیز اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا جس طرح اس نے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندگی بخشی ﴿ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں'' وہ جو کچھ سنتے اور دیکھتے ہیں اس عقل کے ذریعے سے اسے سمجھنے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں پھر اس عقل کے ذریعے سے ان امور پر استدلال کرتے ہیں جن پر ان نشانیوں کو دلیل بنایا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ قائم ہیں آسمان اور زمین اس کے حکم سے' پھر جب وہ پکارے گا تمہیں ایک بار پکارنا'

مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ

زمین میں سے' تو ناگہاں تم (باہر) نکل آؤ گے ○ اور اسی کے لئے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے' سب

لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ

اسی کے فرماں بردار ہیں ○ اور وہی ہے (اللہ) جو پہلی بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا اسے اور وہ زیادہ آسان ہے اس پر'

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

اور اسی کے لیے ہے مثال اعلیٰ آسمانوں اور زمین میں' اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○

اس کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم' ثابت اور ٹھہرے ہوئے ہیں وہ دونوں متزلزل ہوتے ہیں نہ آسمان زمین پر گرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے روک رکھا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ جب وہ مخلوق کو پکارے تو تمام مخلوق زمین سے نکل کھڑی ہو۔﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن: ۵۷/۴۰) ''آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے یقیناً زیادہ بڑا کام ہے۔''

﴿ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ’’اور اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔‘‘ ہر چیز اس کی مخلوق اور مملوک ہے‘ وہ اپنی مخلوق میں کسی کی منازعت و معارضت اور کسی کے تعاون کے بغیر تصرف کرتا ہے‘ تمام مخلوق اس کے جلال کے سامنے فروتن اور اس کے کمال کے سامنے سرافگندہ ہے۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ ﴾ ’’اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے‘ پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ‘‘ یعنی تمام مخلوق کی موت کے بعد ان کی تخلیق کا اعادہ کرنا ﴿ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ﴾ ’’اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔‘‘ انہیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے۔ یہ ذہن اور عقل کی نسبت سے ہے کہ جب وہ تخلیق کی ابتدا کرنے پر قادر ہے‘ جس کا تمہیں خود بھی اقرار ہے‘ تو تخلیق کے اعادہ پر قدرت آسان تر اور زیادہ اولیٰ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی بڑی نشانیوں کا ذکر کرنے کے بعد‘ جن سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں‘ اہل ایمان نصیحت پکڑتے ہیں اور ہدایت یافتہ لوگ اس سے بصیرت حاصل کرتے ہیں...... بہت عظیم معاملے اور بہت بڑے مقصد کا تذکرہ کیا: ﴿ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے۔‘‘ اس سے مراد ہر صفت کمال ہے اور اس کمال سے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے دلوں میں محبت‘ انابت کامل‘ ذکر جلیل اور ان کی عبادت میں کمال مراد ہے۔

یہاں (اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی) سے مراد اس کے بلند ترین وصف اور اس پر مترتب ہونے والے آثار ہیں۔ اس لیے اہل علم اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں قیاس اولیٰ استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ مخلوقات کی ہر صفت کمال سے متصف ہونے کا‘ ان کو پیدا کرنے والا اللہ زیادہ مستحق ہے‘ اس طرح سے کہ کوئی اس کا اس صفت میں شریک نہیں ہوتا۔ ہر وہ نقص‘ جس سے مخلوق اپنے آپ کو بچاتی ہے خالق کا اس وصف سے منزہ ہونا اولیٰ و انسب ہے۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴾ وہ غلبۂ کامل اور بے پایاں حکمت کا مالک ہے اس نے اپنے غلبے کی بنا پر مخلوقات کو وجود بخشا اور ماموارت کو ظاہر کیا اور اپنی حکمت کی بنا پر اپنی بنائی چیزوں کو مہارت سے بنایا‘ ان کے اندر اپنی شرع کو بہترین طریقے سے مشروع کیا۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ

بیان کی اس (اللہ) نے تمہارے لئے ایک مثال تمہارے نفسوں ہی میں سے کیا ہیں تمہارے لئے ان میں سے جنکے مالک ہیں دائیں ہاتھ تمہارے کوئی شریک

فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ

اس میں جو رزق دیا ہے ہم نے تمہیں کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ؟ (کیا) تم ڈرتے ہو ان سے جس طرح ڈرتے ہو تم اپنے نفسوں (لوگوں) سے؟ اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ

ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں○ بلکہ اتباع کیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا‘ اپنی خواہشوں کا بغیر

عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

علم کے پس کون ہدایت دے سکتا ہے اسے جس کو گمراہ کر دیا اللہ نے؟ اور نہیں ہے ان کے لیے کوئی مددگار ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک کی قباحت اور برائی واضح کرنے کے لیے تمہارے اپنے نفوس سے مثال دی ہے جس کو سمجھنے کے لیے سفر کرنے اور سواریاں کسنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''کیا تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے کوئی ایسا ہے جسے تم اپنے رزق میں شریک کرسکو'' جن کے بارے میں تمہارا خیال ہو کہ وہ تمہارے برابر ہیں ﴿تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟'' یعنی جس طرح حقیقی آزاد شریک اور اس کی تقسیم سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ تمام مال اپنے لیے مختص نہ کر لے۔ معاملہ ایسے نہیں کیونکہ تمہارے غلاموں میں سے کوئی غلام تمہارے اس رزق میں شریک نہیں بن سکتا جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے...... حالانکہ تم نے ان کو پیدا کیا ہے نہ تم ان کو رزق دیتے ہو نیز وہ بھی تمہاری طرح مملوک ہیں...... پھر کیونکر تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک بنانے پر راضی ہوتے ہو اور اس کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ہم مرتبہ اور اس کے برابر قرار دیتے ہو حالانکہ تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر قرار دینے پر راضی نہیں ہو۔ یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے اس کی سفاہت وحماقت پر سب سے بڑی دلیل ہے' نیز اس نے جس چیز کو معبود بنایا ہے وہ باطل اور کمزور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کسی قسم کی عبادت کی مستحق ہے۔

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ''ہم اسی طرح آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں'' مثالوں کے ذریعے سے ﴿لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔'' جو حقائق میں غور کر کے ان کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو عقل سے کام نہیں لیتا اگر اس کے سامنے آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا جائے اور دلائل کو واضح کر دیا جائے تو اس کے پاس اتنی عقل ہی نہیں کہ اس کے ذریعے سے بات کی توضیح وتبیین کو سمجھ سکے...... عقل مند لوگوں ہی کے سامنے کلام پیش کیا جاتا ہے اور انہیں خطاب کیا جاتا ہے۔

جب اس مثال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے' پھر اس کی عبادت کرتا ہے اور اپنے معاملات میں اس پر بھروسہ کرتا ہے' تو وہ حق پر نہیں تو وہ کون سی چیز ہے جو انہیں ایک امر باطل پر اقدام کے لیے آمادہ کرتی ہے جس کا بطلان اس کے لیے واضح اور اس کی دلیل ظاہر ہو چکی ہے؟ یقیناً ان کی خواہشات نفس ان کے اس اقدام کی موجب ہیں' اس لیے فرمایا: ﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''مگر جو ظالم ہیں وہ بے سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں۔'' ان کے ناقص نفس' جن کا نقص ان امور میں ظاہر ہو چکا ہے' جن کا تعلق خواہشات نفس سے ہے' ایسی بات چاہتے ہیں جس کو عقل اور فطرت نے فاسد قرار دے کر رد کر دیا

ہے۔ان کے پاس کوئی ایسی دلیل و برہان نہیں جو اس کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہو۔

﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ﴾ ”پس جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟“ یعنی ان کی عدم ہدایت پر تعجب نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ظلم کی پاداش میں گمراہ کر دیا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کی ہدایت کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کوئی اس کا مدمقابل ہے نہ کوئی مخالف۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ جب وہ عذاب کے مستحق قرار دیے جائیں گے تو کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا جو ان کی مدد کر سکے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ

پس سیدھا کریں آپ چہرہ (رخ) اپنا دین کی طرف یک سو ہو کر (اختیار کرو) اللہ کی اس فطرت کو وہ جو پیدا کیا اس نے لوگوں کو اس پر نہ تبدیل کرو

لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ

اللہ کی پیدائش (فطرت) کو یہی ہے دین سیدھا' اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ رجوع کرتے ہوئے

اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا

اسی کی طرف' اور ڈرو تم اسی سے' اور قائم کرو تم نماز اور نہ ہو تم مشرکوں میں سے ○ (یعنی) ان لوگوں میں سے جنھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

اپنے دین کو اور ہو گئے وہ کئی گروہ، ہر گروہ اس چیز پر' جو اس کے پاس ہے' خوش ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام احوال میں اخلاص اور اقامت دین کا حکم دیتا ہے' لہٰذا فرمایا: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ﴾ اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیے اور اس سے مراد اسلام' ایمان اور احسان ہے' یعنی اپنے قلب و قصد اور بدن کے ساتھ ظاہری شرائع کو قائم کیجیے' مثلاً نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج وغیرہ اور اس کے ساتھ ساتھ باطنی شرائع پر عمل کیجیے' مثلاً: اللہ تعالیٰ سے محبت' اس سے خوف' اس پر امید اور اس کی طرف انابت وغیرہ۔ ظاہری اور باطنی شرائع میں احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو اس طرح اس کی عبادت کرے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ”چہرے کو قائم رکھنے“ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ قلب کی توجہ' چہرے کی توجہ کی پیروی کرتی ہے اور ان دونوں امور پر بدن کی سعی مترتب ہوتی ہے اس لیے فرمایا: ﴿حَنِيْفًا﴾ یعنی ہر طرف سے منہ پھیر کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتے ہوئے۔ یہ چیز جس کا ہم نے آپ کو حکم دیا ہے وہ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ ”اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عقول میں فطرت کے محاسن اور غیر فطرت کے قبائح ودیعت کر دیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے تمام ظاہری

اور باطنی احکام کی طرف تمام مخلوق کے دلوں میں میلان رکھ دیا ہے تو درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں حق کی محبت اور حق کو ترجیح دینے کو ودیعت کر دیا اور یہی فطرت کی حقیقت ہے۔ جو کوئی اس اصول سے باہر ہے تو اس کا سبب کوئی عارضہ ہے جو اس کی فطرت کو لاحق ہے جس نے اسے فاسد کر کے رکھ دیا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ))[1] ''ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے پس اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔''

﴿لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔'' کوئی ایسی ہستی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کر سکے اور اس کو ایسی وضع پر تبدیل کر دے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ وضع سے مختلف ہے

﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' جس کا ہم نے آپ کو حکم دیا ہے ﴿الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''سیدھا دین ہے'' یعنی سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے جو کوئی ہر طرف سے توجہ ہٹا کر دین میں یکسو ہوتا ہے وہ اپنے تمام شرائع اور تمام طریقوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اس لیے وہ دین کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اگر انہیں دین کی معرفت حاصل ہو بھی جائے تو اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اسی کی طرف رجوع کیے رہو اور اس سے ڈرتے رہو۔'' یہ جملہ ''دین کی طرف توجہ رکھنے'' کی تفسیر ہے کیونکہ (انابت) ''رجوع کرنا'' سے مراد قلب کا رجوع کرنا اور اس کے تمام داعیوں کا اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف کھنچنا ہے۔ یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ بدن قلب کے تقاضوں کے مطابق کام کرتا ہے اور یہ چیز ظاہری اور باطنی عبادت کو شامل ہے اور اس کی اس وقت تک تکمیل نہیں ہوتی جب تک ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک نہ کیا جائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اس سے ڈرتے رہو۔'' یہ تمام مامورات کی تعمیل اور تمام منہیات سے اجتناب کو شامل ہے۔ مامورات میں نماز کا خاص طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ نماز انابت اور تقویٰ کی طرف بلاتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: ٢٩/ ٤٥) ''نماز قائم کر، بے شک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' گویا یہ تقویٰ پر اعانت ہے پھر فرمایا: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (العنکبوت: ٢٩/ ٤٥) ''اور اللہ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے۔'' اور یہ انابت کی ترغیب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منہیات میں سے ایسی برائی کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے اور جس کے ہوتے ہوئے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور وہ ہے شرک، فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں میں نہ ہونا۔'' کیونکہ شرک، انابت کی ضد ہے اور انابت کی روح ہر لحاظ سے اخلاص ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ......﴾ (السجدة: ٣٢/ ١٧) حديث: ٤٧٧٩ و صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب صفة الجنة، حديث: ٢٨٢٤.

مشرکین کی حالت کی قباحت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ ''جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا'' حالانکہ دین ایک ہے اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنا اور ان مشرکین نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ان میں سے کچھ پتھروں اور بتوں کی عبادت کرنے لگے' کچھ سورج اور چاند کو پوجنے لگے' ان میں سے کچھ نے اولیاء وصالحین کی عبادت کو وتیرہ بنالیا اور ان میں سے کچھ یہودی اور کچھ نصرانی ہیں اس لیے فرمایا: ﴿وَكَانُوْا شِيَعًا﴾ ''اور وہ فرقے فرقے ہوگئے۔'' یعنی ہر فرقے نے اپنے باطل نظریات کی نصرت وتائید کے لیے تعصب پر مبنی اپنا الگ گروہ بنالیا اور دوسروں سے دشمنی اور محاربت شروع کردی۔

﴿كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ﴾ ''سب فرقے اس سے جو ان کے پاس ہے'' انبیاء ومرسلین کے علوم کی مخالفت کرنے والے علوم میں سے وہ ﴿فَرِحُوْنَ﴾ ان پر بہت خوش ہیں اور اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگ باطل پر ہیں۔

یہ آیت کریمہ تشتت اور تفرقہ بازی کے ضمن میں مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ ہر فریق جو اپنے حق اور باطل نظریات کے بارے میں تعصب رکھتا ہے وہ تفرقہ بازی میں مشرکین سے مشابہت رکھتا ہے۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ دین ایک ہے' رسول ایک ہے اور معبود ایک ہے اور اکثر دینی امور کے بارے میں اہل علم اور ائمہ کرام کا اجماع واقع ہو چکا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت مربوط طریقے سے اخوت ایمانی قائم کردی ہے تب کیا بات ہے کہ ان تمام متفقہ اصولوں اور اخوت ایمانی کو باطل قرار دے کر انتہائی خفیف فروعی اور اختلافی مسائل کی بنا پر مسلمانوں کے درمیان افتراق اور دشمنی پیدا کی جاتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ کیا یہ صورت حال شیطان کی طرف سے بڑا فساد اور اس کا سب سے بڑا مقصد نہیں جس کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو اپنے فریب میں مبتلا کرتا ہے؟

کیا مسلمانوں کو ایک کلمہ پر جمع کرنا' ان کے درمیان ان اختلافات کا خاتمہ کرنا جو باطل اصولوں پر مبنی ہیں' اللہ کے راستے میں سب سے بڑا جہاد اور افضل ترین عمل نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انابت کا حکم دیا ہے' اور یہ انابت' انابت اختیاری ہے جو عسرت وخوش حالی' فراخی اور تنگی ہر حال میں اختیار کی جاتی ہے پھر انابت اضطراری کا ذکر کیا جو انسان میں صرف اس وقت ہوتی ہے جب وہ تنگی اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب تنگی زائل ہو جاتی ہے تو وہ انابت کو بھی پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہے' لہٰذا اس قسم کی انابت فائدہ مند نہیں ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ

اور جب پہنچتی ہے لوگوں کو کوئی تکلیف تو وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو رجوع کرتے ہوئے اسی کی طرف' پھر جب وہ چکھاتا ہے انہیں اپنی طرف سے

رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ط فَتَمَتَّعُوْا وقفة

رحمت تو ناگہاں کچھ لوگ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں ○ تاکہ وہ انکار کریں اس (نعمت) کا جو ہم نے انہیں دی، سو فائدہ اٹھا لو تم،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ

پس عنقریب جان لو گے تم ○ کیا نازل کی ہے ہم نے ان پر کوئی (ایسی) دلیل کہ وہ بتلاتی ہے (ان کو)

بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿٣٥﴾

وہ چیز کہ ہیں وہ ساتھ اس کے شریک ٹھہراتے ؟ ○

﴿ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ ﴾ ''اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔'' یعنی مرض یا ہلاکت کا خوف وغیرہ ﴿ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ﴾ ''تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔'' اور اس حال میں وہ اپنے اس شرک کو فراموش کر دیتے ہیں جو وہ کیا کرتے تھے کیونکہ انہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو ان کی تکلیف کو دور کر سکے۔ ﴿ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً ﴾ ''پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے۔'' یعنی ان کو ان کی بیماری سے شفایاب اور ہلاکت کے خوف سے نجات دیتا ہے ﴿ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ﴾ تو ان میں سے ایک فریق اس انابت کو ترک کرتے ہوئے جو اس سے صادر ہوئی تھی، ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیتا ہے جو ان کی خوش بختی اور بدبختی، ان کے فقر اور غنا پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ یہ سب کچھ ان احسانات و عنایات کی ناشکری ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا، شدت اور تکلیف سے ان کو بچایا اور مشقت کو ان سے دور کیا، تب انہوں نے اس نعمت جلیلہ کو اپنے تمام احوال میں شکر اور دائمی اخلاص کے ساتھ کیوں قبول نہ کیا؟

﴿ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا ﴾ ''کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے'' یعنی کوئی ظاہری دلیل ﴿ فَهُوَ ﴾ ''کہ وہ'' دلیل ﴿ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''ان کو اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے۔'' اور انہیں کہتی ہے کہ اپنے شرک پر قائم رہو، اپنے شک پر جمے رہو، تمہارا موقف حق ہے اور جس چیز کی طرف تمہیں انبیاء و مرسلین دعوت دیتے ہیں وہ باطل ہے۔ کیا کوئی ایسی دلیل تمہارے پاس موجود ہے جو شرک کو سختی کے ساتھ پکڑے رکھنے کی موجب ہے؟ یا اس کے برعکس تمام عقلی و نقلی دلائل، تمام کتب الٰہیہ، تمام انبیاء و مرسلین اور بڑے بڑے لوگ شرک سے نہایت شدت کے ساتھ روکتے ہیں اور ان تمام راستوں پر چلنے سے باز رکھتے ہیں جن کی منزل شرک ہے اور ایسے شخص کی عقل و دین کے فساد کا حکم لگاتے ہیں جو شرک کا ارتکاب کرتا ہے؟ پس ان مشرکین کا شرک، جس پر کوئی دلیل اور برہان نہیں، محض خواہشات نفس کی پیروی اور شیطانی وسوسے ہیں۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت تو وہ خوش ہوتے ہیں اس سے، اور اگر پہنچے انہیں کوئی مصیبت بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط

تو ناگہاں وہ ناامید ہو جاتے ہیں ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بیشک اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کیلئے وہ چاہتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾

بلاشبہ اس (فراخی اور تنگی) میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ نرمی اور سختی کے حالات میں اکثر لوگوں کی فطرت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صحت، فراخی اور نصرت وغیرہ کے ذریعے سے انہیں اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے فرحت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ تکبر کے ساتھ اتراتے ہوئے خوش ہوتے ہیں ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ "اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے" یعنی اگر ان کا حال ایسا ہوتا ہے جس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہو ﴿بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ "ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے" یعنی اپنے کرتوتوں کے باعث ﴿اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ﴾ "تو ناامید ہو جاتے ہیں۔" یعنی فقر اور بیماری وغیرہ کے دور ہونے کے بارے میں مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ مایوسی ان کی جہالت اور عدم معرفت کے باعث ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے؟" یہ جان لینے کے بعد کہ خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، رزق میں تنگی اور فراخی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے مایوسی کا کوئی مقام نہیں۔ اے عقل مند شخص! مجرد اسباب پر نظر نہ رکھ بلکہ مسبب الاسباب کی طرف دیکھ، اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ "بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں۔" کیونکہ یہی لوگ ہیں جو رزق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اس کی مشیت کے مطابق، عطا کردہ کشادگی اور تنگی سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے انہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت، اس کی رحمت، اس کے جود و کرم اور رزق کی تمام ضروریات میں دل کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی طرف میلان کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

پس دیں آپ قرابت داروں کو حق ان کا اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ بہت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو چاہتے ہیں

وَجْهَ اللّٰهِ ز وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ

چہرہ اللہ کا (یعنی اس کی رضامندی) اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○ اور جو کچھ دو تم سود سے تاکہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں سے

النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ج وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

تو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے ہاں اور جو کچھ تم دو زکوٰۃ سے کہ چاہتے ہو تم رضامندی اللہ کی

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

تو یہی لوگ ہیں (کئی گنا) بڑھانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے قرابت دار کو اس کی قرابت اور ضرورت کے مطابق اس کا حق ادا کرو جو شارع نے واجب قرار دیا ہے یا اس کی ترغیب دی ہے مثلاً نفقات واجبہ اور صدقات کی ادائیگی کرنا' ہدیہ دینا' نیک سلوک کرنا' سلام کرنا' عزت وتکریم کرنا' دوسرے کی لغزش کو معاف کرنا اور اس کی بدکلامی پر رواداری سے کام لینا۔ اسی طرح مسکین کو' جسے فقر وفاقہ نے لاچار کر دیا ہو' اتنا عطا کرنا جس سے اس کے کھانے پینے اور لباس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ ﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ وہ غریب الوطن مسافر جس کا زاد راہ ختم ہو گیا ہو' اپنے شہر سے دور ہو جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ انتہائی ضرورت مند ہو گا اس کے پاس مال ہے نہ ہاتھ میں کوئی کسب جس کے ذریعے سے وہ دوران سفر اپنی ضروریات کا انتظام کر سکتا ہو، برعکس اس شخص کے جو اپنے شہر میں رہتا ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غالب حالات میں اس کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی صنعت وحرفت کا کام کرتا ہو گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہو گی۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں مسکین اور مسافر کا (الگ الگ) حصہ رکھا ہے۔

﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی قرابت داروں' مساکین اور مسافروں کو عطا کرنا ﴿خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو چاہتے ہیں'' اس عمل کے ذریعے سے ﴿وَجْهَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کا چہرہ'' یعنی بے شمار بھلائی اور ثواب کثیر، کیونکہ یہ بہترین اعمال ہیں' ان کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے بشرطیکہ موقع ومحل کے مطابق اور اخلاص سے مقرون ہوں۔ اگر اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو تو عطا کرنے والے کے لیے کوئی بھلائی نہیں خواہ اس شخص کو اس سے کتنا ہی فائدہ کیوں نہ پہنچا ہو جسے عطا کیا گیا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ۱۱٤/٤) ''ان لوگوں کے بہت سے مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں' سوائے اس کے کہ صدقہ کا حکم دیا ہو یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کروائی ہو۔''

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کاموں میں بھلائی ہے کیونکہ ان کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے' مگر جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔ فرمایا: ﴿وَاُولٰٓىِٕكَ﴾ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ اعمال بجالاتے ہیں ﴿هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' جو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے فیض یاب اور اس کے عذاب سے نجات یافتہ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ' ان اعمال کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا

مقصود ہے پھر ان اعمال کا ذکر کیا جو دنیاوی مقاصد کے تحت کیے جاتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ﴾ ''اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مالوں میں افزائش ہو۔'' یعنی اپنی ضروریات سے زائد مال، جو تم عطا کرتے ہو اور اس سے تمہارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمہارے مال میں اضافہ ہو جائے۔ تم انہی لوگوں کو مال عطا کرتے ہو جن سے تمہیں عطا کردہ مال سے زیادہ معاوضے کی امید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اخلاص کی شرط معدوم ہے۔ اس قسم کے اعمال کے زمرے میں وہ اعمال آتے ہیں جو لوگوں کے ہاں عزت و جاہ اور ریا کے لیے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کے اجر میں اضافہ نہیں ہوتا۔ ﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ﴾ ''اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو۔'' وہ مال تمہیں اخلاق رذیلہ سے پاک کرتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعے سے تمہارے مال کو بخل سے پاک کرتا ہے اور حاجت مند کی حاجت پوری کرنے کی بنا پر اس میں اضافہ کرتا ہے۔ ﴿تُرِیْدُوْنَ﴾ ''تم چاہتے ہو'' زکوٰۃ کی ادائیگی سے ﴿وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''اللہ کا چہرہ، تو وہی لوگ اپنے مال کو دگنا چوگنا کر رہے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا خرچ کیا ہوا مال کئی گنا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مال کو ان کے لیے بڑھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ﴾ دلالت کرتا ہے وہ صدقہ، جس کا دینے والا اضطرار سے دوچار ہو، یا صدقہ دینے والے کے ذمہ قرض ہو جو اس نے ادا نہیں کیا اور اس کی بجائے صدقے کو مقدم رکھا تو اس زکوٰۃ پر بندے کو اجر نہیں ملے گا اور اس کا یہ تصرف شرعاً مردود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی﴾ (اللیل: ۱۸/۹۲) ''جو پاک ہونے کے لیے اللہ کے راستے میں اپنا مال عطا کرتا ہے۔'' مجرد مال عطا کرنا بھلائی نہیں جب تک کہ وہ وصف مذکور کے ساتھ نہ ہو یعنی عطا کرنے والے کا مقصد پاک ہونا ہو۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ؕ ہَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ

اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں، پھر اس نے رزق دیا تمہیں، پھر وہ مارے گا تمہیں، پھر وہ (دوبارہ) زندہ کرے گا تمہیں، کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے

مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

وہ جو کر سکے ان (کاموں) میں سے کچھ بھی؟ وہ (اللہ) پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں O

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ تمہاری تخلیق، تمہیں رزق عطا کرنے، تمہیں مارنے اور تمہیں زندہ کرنے میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے اور یہ خود ساختہ الٰہ، جن کو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے شریک قرار دے رکھا ہے ان افعال میں کوئی بھی شریک نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، جو ان امور میں یکتا ہے، ایسی ہستیوں کو شریک ٹھہراتے ہیں، جو کسی

طرح بھی ان امور میں تصرف کی قدرت نہیں رکھتیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے شرک سے بالاتر، پاک اور منزہ ہے اور ان کے شرک سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اس کا وبال انہی پر ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

ظاہر ہوگیا فساد خشکی اور سمندر (تری) میں بوجہ اس کے جو کمایا ہے لوگوں کے ہاتھوں نے، تاکہ وہ (اللہ) چکھائے انہیں (مزہ)

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾

بعض اس کا جو انہوں نے عمل کیے شاید کہ وہ رجوع کریں ○

بحر و بر میں فساد برپا ہوگیا، یعنی ان کی معیشت میں فساد اور اس میں کمی، ان کی معیشت پر آفات کا نزول اور خود ان کے اندر امراض اور وباؤں کا پھیلنا، یہ سب کچھ ان کے کرتوتوں کی پاداش اور فطری طور پر فاسد اور فساد برپا کرنے والے اعمال کے سبب سے ہے۔ یہ مذکورہ عذاب اس لیے ہے ﴿لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا﴾ ''تاکہ وہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔'' یعنی وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اعمال کی جزا دینے والا ہے۔ اس نے انہیں دنیا ہی میں ان کے اعمال کی جزا کا ایک نمونہ دکھا دیا۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''شاید کہ وہ (اپنے ان اعمال سے) باز آجائیں'' جن کی وجہ سے فساد برپا ہوا ہے۔ اس طرح ان کے احوال درست اور ان کے معاملات سیدھے ہو جائیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی آزمائش کے ذریعے سے انعام کیا اور اپنے عذاب کے ذریعے سے احسان کیا ورنہ اگر وہ ان کے تمام کرتوتوں کی سزا کا مزہ چکھاتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار نہ چھوڑتا۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ؕ

کہہ دیجیے: سیر کرو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو (ان سے) پہلے تھے؟

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

تھے اکثر ان کے مشرک ہی ○

زمین میں چلنے پھرنے کے حکم میں، بدنی سیر اور قلبی سیر دونوں شامل ہیں۔ قلبی سیر کا مقصد گزرے ہوئے لوگوں کے انجام پر غور وفکر ہے۔ ﴿كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ﴾ ''ان میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔'' تم ان کے انجام کو بدترین انجام پاؤ گے۔ عذاب نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف سے مذمت، لعنت اور لگاتار رسوائی ان کا پیچھا کرتی رہی۔ پس تم بھی ان جیسے اعمال سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اور اس کی حکمت ہر زمان ومکان میں جاری ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ

پس سیدھا کریں آپ چہرہ (رخ) اپنا سیدھے دین کی طرف پہلے اس سے کہ آ جائے وہ دن کہ نہیں ہے ٹلنا اسکا اللہ کی طرف سے اس دن

يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

وہ (لوگ) جدا جدا ہو نگے ○ جس شخص نے کفر کیا تو اسی پر ہے کفر اسکا اور جس نے عمل کیے صالح تو وہ اپنے ہی لئے راستہ سنوارتے ہیں ○

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

تاکہ وہ (اللہ) جزا دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک اپنے فضل سے۔ بلاشبہ وہ نہیں پسند کرتا کافروں کو ○

اپنے دل، چہرے اور بدن کو سیدھے اور مستقیم دین کو قائم رکھنے پر متوجہ رکھیے، کوشش اور جدوجہد سے اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو نافذ کیجیے اور دین کے ظاہری اور باطنی تمام وظائف ادا کیجیے۔ اپنے زمانے، اپنی زندگی اور اپنے شباب میں جلدی سے نیک عمل کر لیجیے ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اس دن سے پہلے جو اللہ کی طرف سے آ کر رہے گا اور رک نہیں سکے گا۔'' اس سے مراد روز قیامت ہے اور جب وہ دن آ جائے گا تو اسے روکنا ممکن نہ ہوگا۔ عمل کرنے والوں کو مہلت نہ دی جائے گی کہ اپنے عمل کو نئے سرے سے انجام دیں بلکہ وہ اعمال سے فارغ ہو چکے اب تو عمل کرنے والوں کی جزا کے سوا کچھ باقی نہیں بچا۔ ﴿يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾ اس دن لوگ بکھر جائیں گے اور الگ الگ حاضر ہوں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

﴿مَنْ كَفَرَ﴾ ''جس نے کفر کیا'' ان میں سے ﴿فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ﴾ ''تو اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے۔'' یعنی اس کی سزا صرف اسی کی ذات کو ملے گی اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور جس نے نیک عمل کیے۔'' یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ ومستحبہ ادا کرتا ہے۔ ﴿فَلِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''تو وہ اپنے ہی لیے'' نہ کہ کسی دوسرے کے لیے ﴿يَمْهَدُوْنَ﴾ یہ اعمال صالحہ تیار کر رہے ہیں، اپنی ہی آخرت کو آباد کر رہے ہیں، جنت کے بالا خانوں اور منازل کے حصول کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔

بایں ہمہ ان کی جزا ان کے اعمال پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل اور لامحدود کرم کی بنا پر ان کو اتنی جزا دے گا جہاں تک ان کے اعمال کی رسائی ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور جب وہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے بے پایاں احسانات، عنایات فاخرہ، ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کے برعکس، چونکہ اللہ کفار سے ناراض ہے اس لیے وہ ان کو سزا دیتا ہے اور عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عنایت نہیں کرے گا جیسے اس نے اپنے محبوب بندوں پر کی، اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ وہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دینے والی اور تا کہ وہ چکھائے تمھیں کچھ رحمت اپنی اور تا کہ چلیں

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

کشتیاں اس کے حکم سے اور تا کہ تم تلاش کرو اس کا فضل اور تا کہ تم شکر کرو ○

یہ ان دلائل کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی الٰہ معبود اور بادشاہ محمود ہے۔ ان دلائل میں سے ایک ﴿ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ ﴾ بارش سے پہلے اس کا ہواؤں کو بھیجنا ہے۔ ﴿ مُبَشِّرٰتٍ ﴾ جو بادلوں کو اٹھا کر خوشخبری دیتی ہیں، پھر بادلوں کو اکٹھا کرتی ہیں اور بارش کے برسنے سے پہلے نفس خوش ہوتے ہیں۔ ﴿ وَلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ ''اور تا کہ وہ تمھیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے۔'' وہ تم پر بارش برساتا ہے' جس سے زمین اور بندوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تم اس کی رحمت کا مزا چکھتے ہو اور تمھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی بندوں کو ان کا رزق فراہم کرتی ہے، لہٰذا تم ان اعمال صالحہ کی کثرت کے مشتاق ہو جاؤ جو اس کی رحمت کے خزانے کھول دیں۔ ﴿ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ ﴾ ''اور تا کہ کشتیاں چلیں'' سمندر کے اندر ﴿ بِاَمْرِهٖ ﴾ اس کے حکم قدری سے ﴿ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ اور اپنی معاش اور مصالح میں تصرف کے ذریعے سے اللہ کا فضل تلاش کرو۔ ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور شاید کہ تم شکر ادا کرو'' اس ہستی کا جس نے تمھارے لیے یہ اسباب مہیا کیے اور تمھارے لیے رزق کے ذرائع پیدا کیے۔ نعمتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اور زیادہ نعمتوں سے سرفراز کرے اور ان نعمتوں کو تمھارے پاس باقی رکھے۔

رہا نعمتوں کے مقابلے میں کفر اور معاصی کا ارتکاب کرنا تو یہ اس شخص کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کے بدلے ناشکری کرتا ہے۔ اس کے اس رویے سے نعمتیں اس شخص سے کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف پس آئے وہ ان کے پاس ساتھ واضح دلیلوں کے'

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

(پھر بھی قوم نے جھٹلایا) پس انتقام لیا ہم نے ان لوگوں سے جنھوں نے جرم کیے' اور ہے حق ہم پر مدد کرنا مومنوں کی ○

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھیجے'' یعنی گزشتہ امتوں میں ﴿ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ ﴾ ''رسول ان کی قوم کی طرف۔'' یعنی جب ان قوموں نے توحید کا انکار کیا اور حق کی تکذیب کی تو ان

کے رسول ان کے پاس آئے جو ان کو توحید اور اخلاص کی دعوت دیتے تھے' حق کی تصدیق اور ان کے کفر اور ضلالت کا ابطال کرتے تھے۔ وہ اپنے اس موقف پر واضح دلائل لے کر آئے' مگر وہ ایمان لائے نہ انہوں نے اپنی گمراہی کو ترک کیا ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ﴾ ''پس ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے جرم کا ارتکاب کیا'' اور انبیاء کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کی مدد کی ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔'' یعنی اہل ایمان کی نصرت ہم نے خود اپنے آپ پر واجب کی' اہل ایمان کی نصرت کو جملہ متعین حقوق میں شامل کیا اور ان کے ساتھ اس نصرت کا وعدہ کیا۔ پس اس کا واقع ہونا ضروری ہے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کرنے والو! اگر تم تکذیب کی روش پر قائم رہے تو تم پر عذاب نازل ہوگا اور ہم تمہارے خلاف محمد ﷺ کو فتح و نصرت سے سرفراز کریں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ

اللہ وہ ذات ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں' پس وہ اٹھاتی ہیں بادل' پھر پھیلاتا ہے اللہ اس کو آسمان میں جس طرح وہ چاہتا ہے'

وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور وہ کر دیتا ہے اس کو ٹکڑے ٹکڑے' پھر دیکھتے ہیں آپ بارش کو وہ نکلتی ہے اس کے درمیان سے' پس جب وہ پہنچاتا (برساتا) ہے اسے جس پر چاہتا ہے

مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ

اپنے بندوں میں سے تو اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں ○ اور بلاشبہ تھے وہ' پیشتر اس کے کہ وہ نازل ہو ان پر

قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ

اس سے پہلے' البتہ نا امید ○ پس دیکھیں آپ اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف' کیسے وہ زندہ (آباد) کرتا ہے زمین کو بعد اس کی موت (ویرانی) کے

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

'بلاشبہ وہی البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو' اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور نعمت تامہ کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ﴿ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا ﴾ ''وہ ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں'' زمین سے ﴿ فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے ﴿ كَيْفَ يَشَآءُ ﴾ جس حالت میں چاہتا ہے ﴿ وَيَجْعَلُهٗ ﴾ ''اور اس کو کر دیتا ہے'' یعنی اس لمبے چوڑے بادل کو ﴿ كِسَفًا ﴾ ایک گہرا بادل بنا دیتا ہے جو ایک دوسرے کے اوپر جما ہوا ہوتا ہے۔ ﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾ پھر تم اس بادل میں سے چھوٹے چھوٹے قطرے گرتے دیکھتے ہو۔ بارش کے یہ قطرے بیک وقت نہیں گرتے' تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ قطرے جس پر گریں اسے خراب کر دیں۔ ﴿ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ ﴾ ''پھر جب اسے برسا دیتا ہے'' یعنی اس بارش کو ﴿ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔'' وہ بارش برسنے پر ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے ہیں کیونکہ وہ بارش کے سخت ضرورت مند تھے۔ ﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾ وہ اس سے پہلے بارش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے سخت مایوس تھے۔ جب اس حالت میں بارش برستی ہے تو یہ ان کے لیے انتہائی خوشی کا موقع بن جاتا ہے۔

﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ''اب اللہ کی اس رحمت کے نتائج پر غور کیجیے کہ وہ کیسے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔'' زمین لہلہانے لگتی ہے اور وہ قسم قسم کی خوبصورت نباتات اگاتی ہے۔ ﴿اِنَّ ذٰلِكَ﴾ وہ ہستی جو زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتی ہے ﴿لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''مردوں کو زندہ کرنے والی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کبھی کسی چیز سے قاصر نہیں رہی اگرچہ اس کی قدرت مخلوق کی عقل و فہم سے باریک تر ہوتی ہے۔ ان کی عقل اس کی قدرت کے کرشموں سے حیران ہو جاتی ہے۔

وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

اور البتہ اگر بھیجیں ہم ایسی ہوا کہ وہ دیکھیں اس (کھیتی) کو زرد پڑنے والی تو البتہ وہ ہو جائیں بعد اسکے ناشکری کرنیوالے ○ پس بلاشبہ آپ نہیں سنا سکتے

الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ

مُردوں کو اور نہیں سنا سکتے آپ بہروں کو (اپنی) پکار جب وہ لوٹ جائیں پیٹھ پھیر کر ○ اور نہیں آپ ہدایت کرنیوالے اندھوں کو

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع ۵/۴

انکی گمراہی سے، نہیں سنا سکتے آپ مگر انہی (لوگوں) کو جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر، پس وہی ہیں فرماں بردار ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق کا حال بیان کرتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کے سایہ کناں ہونے 'زمین کے مر جانے کے بعد اس کے زندہ ہونے پر بہت خوش ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بارش کے بعد اگنے والی نباتات اور ان کی کھیتیوں پر نقصان دہ اور انھیں تلف کر دینے والی ہوا بھیج دے ﴿فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا﴾ ''لہٰذا وہ اس (کھیتی) کو زرد پڑتا دیکھیں'' جو تلف ہونے کی حالت کو پہنچ چکی ہے ﴿لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''تو وہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے لگ جائیں گے'' اور اس کی گزشتہ نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ ان لوگوں کو وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ ﴿فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ﴾ ''بلاشبہ آپ مردوں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں نہ بہروں کو'' خاص طور پر اس وقت ﴿اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ ''جب یہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں'' تب تو آپ ان کو بدرجہ اولیٰ نہیں سنا سکتے کیونکہ ان کے اندر اطاعت اور نفع بخش سماعت کے موانع بہت زیادہ ہیں جس طرح آواز حسی کے سننے سے بہت سے موانع ہوتے ہیں۔

﴿ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ﴾ ''اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر ہدایت دے سکتے ہیں'' کیونکہ اندھے اپنے اندھے پن کے باعث دیکھ سکتے ہیں نہ ان میں دیکھنے کی صلاحیت ہی ہے ﴿ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''آپ صرف انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ سر تسلیم خم کرتے ہیں۔'' یعنی ہدایت کا سنوانا صرف انہی لوگوں کو فائدہ دے سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے' ہمارے احکام کی تعمیل کرتے اور ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں کیونکہ ان کے اندر وعظ و نصیحت کو قبول کرنے کا قوی داعیہ موجود ہے اور وہ ہے ہر آیت پر ایمان لانے اور مقدور بھر اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے مستعد رہنا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں کمزوری (کی حالت) سے' پھر کر دی اس نے بعد کمزوری کے قوت' پھر کر دی اس نے

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

بعد قوت کے کمزوری اور بڑھاپا' وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے' اور وہ خوب جاننے والا' بڑا قدرت والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے وسعت علم' عظمت اقتدار اور کمال حکمت کو بیان کرتا ہے کہ اس نے انسان کو کمزوری سے پیدا کیا اور وہ اس کی تخلیق کے ابتدائی مراحل ہیں یعنی اسے نطفے سے جما ہوا خون بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر رحم کے اندر زندہ انسان بنایا پھر اس کو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ جب وہ سن طفولیت میں ہوتا ہے تو انتہائی ضعیف اور اس میں قوت و قدرت معدوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قوت میں اضافہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جوانی کو پہنچ جاتا ہے' اس کی قوت اور اس کے ظاہری و باطنی قویٰ مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس مرحلے سے کمزوری اور بڑھاپے کی طرف لوٹتا ہے۔

﴿ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ﴾ وہ اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بندہ اپنے ضعف کا مشاہدہ کرے۔ اس کی قوت دو قسم کی کمزوریوں سے گھری ہوئی ہے اور فی نفسہ اس کے پاس نقص کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے طاقت عطا نہ کرے تو اسے طاقت حاصل ہو سکتی ہے نہ قدرت اور اگر اس کی قوت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے تو وہ بغاوت اور سرکشی میں بڑھتا چلا جائے گا۔ بندوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال قدرت دائمی ہے وہ اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے' اپنی قدرت سے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اسے تھکن لاحق ہوتی ہے نہ کمزوری اور نہ کسی طرح اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قائم ہو گی قیامت قسمیں کھائیں گے مجرم کہ نہیں ٹھہرے وہ سوائے گھڑی بھر کے اسی طرح تھے وہ

يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى

(دنیا میں) پھیرے جاتے (حق سے) ○ اور کہیں گے وہ لوگ جو دیئے گئے علم اور ایمان البتہ تحقیق ٹھہرے تھے تم اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں

يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ

دوبارہ اٹھنے کے دن (قیامت) تک سو یہی ہے دن دوبارہ اٹھنے کا اور لیکن تھے تم نہیں جانتے ○ پس اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

نہیں فائدہ دے گی ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا معذرت ان کی اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی ○

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے بارے میں آگاہ فرما رہا ہے کہ وہ بہت جلد آنے والا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو ﴿ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ''مجرم اللہ کی قسمیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے'' کہ بلاشبہ وہ ﴿ مَا لَبِثُوْا ﴾ ''نہیں رہے تھے'' دنیا میں ﴿ غَيْرَ سَاعَةٍ ﴾ ''سوائے ایک گھڑی کے'' وہ یہ عذر اس لیے پیش کریں گے کہ شاید دنیا کی مدت کو کم کہنا انہیں کوئی فائدہ دے۔

چونکہ ان کی یہ بات جھوٹ پر مبنی ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴾ ''وہ اسی طرح غلط اندازے لگایا کرتے تھے۔'' یعنی وہ دنیا کے اندر بھی ہمیشہ حقائق کو چھوڑ کر کذب بیانی کرتے رہے اور جھوٹ گھڑتے رہے' دنیا کے اندر انہوں نے حق کی تکذیب کی جسے انبیائے کرام لے کر آئے تھے اور آخرت میں وہ امر محسوس' یعنی دنیا کے اندر طویل مدت تک رہنے کا انکار کریں گے۔ یہ ان کا بدترین خلق ہے اور بندہ اسی عادت اور ہیئت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرے گا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے۔'' یعنی جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے ان دو چیزوں کے ساتھ احسان کیا اور حق کا علم اور وہ ایمان جو حق کی ترجیح کو مستلزم ہے ان کا وصف بن گیا۔ جب انہوں نے حق کو جان لیا اور حق کو ترجیح دی تو لازم ہے کہ ان کا قول واقع اور ان کے احوال کے مطابق ہو بنابریں وہ حق بات کہیں گے: ﴿ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ ''تم اللہ کی کتاب کے مطابق رہے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے مطابق' جو اس نے اپنے حکم میں تمہارے لیے مقرر کر دی تھی ﴿ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ﴾ ''قیامت تک'' یعنی تمہیں اس قدر عمر دی گئی تھی کہ جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا' تدبر کرنے والا اس میں تدبر کر سکتا تھا اور عبرت پکڑنے والا اس میں عبرت پکڑ سکتا تھا حتیٰ کہ قیامت آ گئی اور تم اس حال کو پہنچ گئے۔ ﴿ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''پس یہ یوم قیامت ہے' لیکن تم (اسے حق) نہیں جانتے تھے۔'' اس لیے تم نے اس کا انکار کیا' تم نے دنیا میں ایک مدت تک کے لیے اپنے قیام کا انکار کیا جس میں توبہ اور انابت تمہارے بس میں تھی' مگر جہالت اور اس کے آثار یعنی تکذیب تمہارا شعار اور خسارہ تمہارا

اوڑھنا بچھونا بن گیا۔

﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ ﴾ ''یقیناً اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہیں دے گی''، یعنی اگر وہ جھوٹ بولتے ہوئے یہ سمجھیں کہ ان پر حجت قائم نہیں ہوئی یا ایمان لانا ان کے بس میں نہ تھا تو اہل علم وایمان کی گواہی بلکہ خود ان کی اپنی کھالوں، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی سے ان کو جھٹلا دیا جائے گا۔ اگر وہ معذرت کی اجازت چاہیں کہ ان کو اب واپس لوٹا دیا جائے تو وہ ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے جس سے انہیں روکا گیا ہے...... تو ان کی معذرت قبول نہ کی جائے گی۔ ﴿ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴾ ''اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی''، یعنی وہ ہمیشہ زیر عتاب رہیں گے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

اور البتہ تحقیق بیان کردی ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر ایک مثال اور البتہ اگر لے آئیں آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ)

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿58﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

تو البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، نہیں ہو تم مگر باطل پرست ○ اسی طرح مہر لگاتا ہے اللہ

عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿59﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

دلوں پر ان لوگوں کے جو نہیں جانتے ○ پس آپ صبر کیجیے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿60﴾ ع

سچا ہے، اور نہ ہلکا (بے وزن) بنا دیں آپ کو وہ لوگ جو نہیں یقین رکھتے ○

﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا ﴾ ''اور ہم نے بیان کی'' اپنی عنایت، رحمت، لطف وکرم اور حسن تعلیم کی بنا پر ﴿ لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ﴾ ''لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال''، جس سے حقائق واضح ہوتے ہیں، تمام امور کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور حجت تمام ہوتی ہے۔ یہ اصول ان تمام مثالوں میں عام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے امور معقولہ کو امور محسوسہ کے قریب لانے کے لیے بیان کیا ہے۔ ان امور کے بارے میں جو بھی واقع ہوں گے خبر دینے اور ان کی حقیقت واضح کرنے کے لیے ضرب الامثال کا اسلوب بہت اہم ہے حتیٰ کہ یوں لگتا ہے جیسے یہ خبر واقع ہو چکی ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے روز مجرموں کی حالت کیا ہوگی۔ وہ شدت غم میں مبتلا ہوں گے اور ان سے کسی قسم کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

ظالم کفار واضح حق کے بارے میں عناد رکھنے سے باز نہ آئے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ ﴾ ''اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں'' جو آپ کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی ہو

﴿ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴾ ’’تو کافر لوگ یہی کہیں گے کہ تم تو جعل سازی کرتے ہو۔‘‘ یعنی وہ حق کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ باطل ہے۔ یہ ان کے کفر اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں جسارت کے باعث تھا نیز اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور وہ اپنی جہالت میں بہت دور تک نکل گئے۔

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ’’اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے۔‘‘ اس لیے ان کے دلوں میں کوئی بھلائی داخل ہو سکتی ہے نہ وہ اشیاء کی حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں بلکہ اس کے برعکس انہیں حق باطل اور باطل حق دکھائی دیتا ہے۔

﴿ فَاصْبِرْ ﴾ ’’پس صبر کیجیے!‘‘ اپنی دعوت الی اللہ اور جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر ثابت قدم رہیے۔ اگر آپ ان کے اندر روگردانی اور اعراض دیکھتے ہیں تو یہ چیز آپ کو اپنی دعوت سے نہ روک دے۔ ﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ’’یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے‘‘ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ چیز صبر میں مدد دیتی ہے کیونکہ جب بندے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا عمل رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کا اجر اسے کامل طور پر مل جائے گا تو اسے اس راستے میں جو تکالیف اور مصائب پہنچتے ہیں وہ اسے معمولی نظر آتے ہیں اس کے لیے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور اسے ہر بڑا اور زیادہ عمل کم نظر آتا ہے۔

﴿ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ آپ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں جن کا ایمان کمزور اور یقین بہت کم ہے، بنابریں ان کی عقل بہت خفیف اور ان میں صبر بہت کم ہے۔ پس یہ لوگ آپ کو ہرگز کمزور نہ پائیں آپ ان سے بچتے رہیں اور ان کی پروانہ کریں ورنہ وہ آپ کو بہت کمزور اور ہلکا سمجھیں گے اور آپ کو اوامر و نواہی میں عدم ثبات پر محمول کریں گے۔ اس بارے میں نفس ان کی معاونت کرتا ہے اور مشابہت اور موافقت تلاش کرتا ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ہر مومن جو صاحب یقین ہو اور پختہ عقل رکھتا ہو اس کے لیے صبر کرنا بہت آسان ہے اور ہر کمزور یقین اور کمزور عقل شخص کم صبر والا ہوتا ہے۔ پہلی صورت گویا مغز کی مانند ہے اور دوسری صورت چھلکے کی سی ہے۔ واللہ المستعان

تفسیر سورۃ لقمٰن

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ (۳۱) مَكِّيَّةٌ (۵۷) — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳۴ رُكُوْعَاتُهَا ۴

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ

الٓمّٓ ○ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ○ ہدایت اور رحمت ہے نیکی کرنے والوں کے لیے ○ وہ لوگ

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ

جو قائم کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور ساتھ آخرت کے وہ یقین رکھتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں

عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

ہدایت پر اپنے رب (کی طرف) سے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○

اللہ تعالیٰ ان ﴿اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ ''حکمت والی کتاب کی آیات'' کی تعظیم کے لیے ان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محکم آیات ہیں جو ایک حکمت والی اور باخبر ہستی سے صادر ہوئی ہیں۔ ان آیات کے محکم ہونے سے مندرجہ ذیل امور مراد ہیں:

(۱) یہ آیات نہایت واضح، جلیل ترین اور فصیح ترین الفاظ میں آئی ہیں جو نہایت جلیل القدر اور بہترین معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) یہ آیات تغیر و تبدل، کمی بیشی اور تحریف سے محفوظ ہیں۔

(۳) ان آیات میں گزشتہ زمانے اور آنے والے زمانے کے واقعات اور امور غیبیہ کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔ وہ واقعات کے مطابق اور واقعات ان کے مطابق ہیں۔ کتب الہیہ میں سے کسی کتاب اور گزشتہ انبیاء میں سے کسی نبی نے ان اخبار کی مخالفت نہیں کی۔ اب تک کوئی علمی، حسی یا عقلی تحقیق ان امور کے متناقض نہیں، جن پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں۔

(۴) ان آیات نے جس چیز کا بھی حکم دیا ہے وہ خالص یا راجح مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور جن امور سے روکا ہے وہ واضح یا راجح مفاسد پر مبنی ہوتے ہیں۔ بہت سے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی حکمت اور ان کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح کسی چیز سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ضرر اور مفاسد سے آگاہ کیا ہے۔

(۵) قرآن کریم کی آیات میں ترغیب و ترہیب اور مواعظ بلیغہ اس انداز میں جمع ہیں کہ نیک نفس لوگ، اس کے ذریعے سے اعتدال اختیار کرتے ہیں، اس کو اپنا فیصل بناتے ہیں اور نہایت جزم و احتیاط کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

(۶) آپ دیکھیں گے کہ اس کی آیات، اس کے قصص اور احکامات وغیرہ میں تکرار پایا جاتا ہے، مگر ان کے مضامین میں اتفاق ہے اور ان میں کوئی تناقض اور کوئی اختلاف نہیں۔ صاحب بصیرت جتنا زیادہ اس کے اندر تدبر اور غور و فکر کرتا ہے اس کی آیات و احکام میں توافق و تطابق کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے، اس کو یقین ہو جاتا ہے، جس میں شک و ریب کا کوئی شائبہ نہیں، کہ یہ قرآن حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی

طرف سے ہے۔

وہ حکمت سے لبریز ہے' وہ تمام اخلاق کریمہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور برے اخلاق سے روکتا ہے' مگر اکثر لوگ اس کی راہنمائی سے محروم ہیں اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روگردانی کرتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ روگردانی نہیں کرتے جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز کر کے روگردانی سے بچایا۔ وہ اپنے رب کی عبادت میں احسان سے کام لیتے ہیں اور اس کے بندوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

پس یہ قرآن انہی کے لیے ﴿هُدًى﴾ ''ہدایت ہے'' راہ راست کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے اور جہنم کے راستوں سے انہیں بچاتا ہے ﴿وَرَحْمَةً﴾ اور محسنین کے لیے رحمت ہے۔ اس کے ذریعے سے انہیں دنیا و آخرت کی سعادت' خیر کثیر' ثواب جزیل اور فرحت حاصل ہوتی ہے اور گمراہی و بدبختی ان سے دور ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان ''محسنین'' کا وصف بیان فرمایا کہ وہ علم کامل یعنی یقین محکم رکھتے ہیں جو عمل اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف کا موجب ہے اس لیے وہ اس کی نافرمانیوں کو ترک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عمل سے موصوف کیا ہے اور عمل کے ضمن میں دو بہترین اعمال کا ذکر فرمایا: وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، جو اخلاص' اللہ تعالیٰ سے مناجات' قلب و زبان اور جوارح کے تعبُّد عام کو شامل ہے اور باقی اعمال میں معاون ہے، نیز زکوۃ کا بھی تذکرہ فرمایا کہ اسے ادا کرنے والا تمام صفات رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہ زکوۃ کے ذریعے سے اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچاتا ہے' اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ زکوۃ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی محبت کو مال کی محبت پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ اپنے محبوب مال کو اس کی خاطر خرچ کرتا ہے جو اسے اپنے مال سے کہیں زیادہ محبوب ہے...... اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا۔

﴿اُولٰٓئِكَ﴾ یہ نیکوکار لوگ جو علم کامل اور عمل کے جامع ہیں ﴿عَلٰى هُدًى﴾ ''ہدایت پر ہیں'' جو بہت عظیم ہے جیسا کہ ''ہدایت'' کو نکرہ استعمال کرنے سے مستفاد ہوتا ہے۔ ﴿مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کی طرف سے۔'' جو اپنی نعمتوں کے ذریعے سے ان پر اپنی ربوبیت کا فیضان کرتا اور ان سے تکلیف دہ امور کو دور کرتا رہتا ہے۔ یہ ہدایت' جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز فرمایا ہے' اس خاص ربوبیت سے ہے جو اس نے اپنے اولیا پر کی ہے اور یہ ربوبیت کی بہترین قسم ہے۔ ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح سے بہرہ ور ہیں'' جنہوں نے اپنے رب کی رضا' اس کے دنیاوی اور اخروی ثواب کو پالیا اور اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچ گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فلاح کے راستے پر گامزن ہوئے' جس کے سوا فلاح کا کوئی اور راستہ نہیں۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سعادت مند لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے قرآن مجید کے ذریعے سے ہدایت حاصل کی' تو اس کے بعد' ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا جو قرآن سے روگردانی کرتے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کو اس کی سخت سزا دی جائے گی' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے بدلے ہر باطل قول اختیار

کر کے' بہترین قول اور احسن الحدیث کو چھوڑ دیا اور اس کے بدلے قبیح ترین اور انتہائی گھٹیا اقوال کو اختیار کیا' اسی لیے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو خریدتے ہیں غافل کرنے والی باتیں تاکہ وہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے بغیر

عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ

علم کے اور (تاکہ) بنائیں اس (راہ ہدایت) کو مذاق' یہی لوگ ہیں اُن کیلئے ہے عذاب ذلیل کرنیوالا ○ اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر

اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ

ہماری آیتیں' وہ پھر جاتا ہے تکبر کرتے ہوئے گویا کہ اس نے وہ سنی ہی نہیں' گویا کہ اسکے دونوں کانوں میں ڈاٹ (کارک) ہے' پس خوشخبری دے دیجئے اسے

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ

عذاب دردناک کی ○ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک' ان کے لئے ہیں باغ ہائے

النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

نعمت ○ وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں (یہ) وعدہ ہے اللہ کا سچا اور وہ غالب ہے' حکمت والا ○

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ ''اور لوگوں میں سے جو'' اللہ تعالیٰ کی تائید سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے ﴿يَّشْتَرِيْ﴾ ''خریدتا ہے'' یعنی جو اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو اس میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے ﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ ''لغو باتیں'' یعنی دلوں کو غافل کرنے اور ان کو جلیل القدر مقاصد سے روکنے والے قصے کہانیاں۔ اس آیت کریمہ میں ہر محرم کلام' ہر قسم کی لغویات' ہر قسم کے باطل ہذیانی اقوال جو کفر و فسوق اور عصیان کی ترغیب دیتے ہیں' ان لوگوں کے نظریات جو حق کو ٹھکراتے ہیں اور باطل دلائل کے ساتھ حق کو نیچا دکھانے کے لیے جھگڑتے ہیں' غیبت' چغلی' جھوٹ' سب و شتم' شیطانی گانا بجانا اور غفلت میں مبتلا کرنے والے قصے کہانیاں' جن کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں' داخل ہیں۔ لوگوں کی یہ صنف ہدایت کی باتوں کو چھوڑ کر کھیل تماشوں پر مشتمل قصے کہانیاں خریدتی ہے۔ ﴿لِيُضِلَّ﴾ تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''بغیر علم کے اللہ کی راہ سے'' یعنی اپنے فعل میں خود گمراہی کا راستہ اختیار کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا گمراہ کرنے کا عمل خود اس کی اپنی گمراہی سے جنم لیتا ہے۔ اس کا اس لہو الحدیث سے گمراہ کرنے سے مراد اس کا فائدہ مندبات' عمل نافع' حق مبین اور صراط مستقیم سے روکنا ہے اور یہ سب کچھ اس وقت تک اس کے لیے تکمیل نہیں پاتا جب تک کہ وہ ہدایت اور حق میں (جسے اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آئی ہیں) جرح و قدح نہیں کرتا اور اللہ کی آیات کا مذاق نہیں اڑاتا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان کو لانے والے کا تمسخر اڑاتا ہے۔

جب ایسے شخص میں باطل کی مدح‘ اس کی ترغیب‘ حق میں جرح وقدح‘ حق اور اہل حق کے ساتھ استہزا و تمسخر اکٹھے ہوجاتے ہیں تو وہ بے علم آدمی کو گمراہ کرتا ہے اور اسے ایسی بات بیان کرکے دھوکا دیتا ہے‘ جس میں گمراہ شخص امتیاز کرسکتا ہے نہ اس کی حقیقت معلوم کرسکتا ہے ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ ’’ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے‘‘ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہوئے‘ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ استہزا کیا اور واضح حق کی تکذیب کی، اس لیے فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا ﴾ ’’جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں‘‘ تاکہ وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے ﴿ وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا ﴾ تو وہ اس طرح پیٹھ پھیر جاتا ہے جیسے ان آیات سے تکبر کرنے اور ان کو ٹھکرانے والا پیٹھ پھیرتا ہے۔ یہ آیات اس کے دل میں داخل ہوتی ہیں نہ اس پر کچھ اثر کرتی ہیں بلکہ وہ ان کو پیٹھ کرکے چل دیتا ہے ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ﴾ ’’جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہ ہو‘‘ بلکہ ﴿ كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ﴾ ’’گویا اس کے کانوں میں گرانی ہو‘‘ اور آواز اس کے کانوں تک پہنچ ہی نہ سکتی ہو‘ لہٰذا اس کے لیے ہدایت کی کوئی راہ نہیں۔ ﴿ فَبَشِّرْهُ ﴾ ’’پس اس کو بشارت دے دیجیے۔‘‘ یعنی اسے ایسی بشارت دیں جو اس کے قلب کو حزن وغم سے لبریز کردے اور اس کے چہرے پر بدحالی‘ اندھیرا اور گردوغبار چھا جائیں۔ ﴿ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ’’دردناک عذاب کی‘‘ جو قلب وبدن کے لیے بہت دردناک ہے جس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے نہ اس کو جانا جاسکتا ہے۔

یہ تو تھی اہل شر کی بشارت اور کتنی بری تھی یہ بشارت۔ رہی اہل خیر کی بشارت تو اس کے بارے میں فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔‘‘ یعنی جنہوں نے عبادت باطن کو ایمان کے ساتھ اور عبادت ظاہر کو اسلام اور عمل صالح کے ساتھ جمع کیا ﴿ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴾ ’’ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں۔‘‘ انہوں نے جو نیک اعمال پیش کیے ان پر خوش خبری اور جو نیک اعمال پیچھے چھوڑے ان پر مہمان نوازی کے طور پر۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ وہ ان نعمتوں بھری جنتوں میں‘ جو جسد وروح کے لیے نعمت ہیں‘ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ﴾ ’’اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘ جس کی خلاف ورزی اور جس میں تغیر وتبدل ممکن نہیں ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ وہ کامل غلبے اور کامل حکمت کا مالک ہے یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے جسے توفیق سے نوازنا چاہا نواز دیا‘ جسے اس کے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہونا چاہا الگ ہوگیا اور یہ سب کچھ ان کے بارے میں اس کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

اس (اللہ) نے پیدا کیے آسمان بغیر (ایسے) ستونوں کے کہ دیکھتے ہو تم ان کو اور اس نے گاڑ دیے زمین میں مضبوط (پہاڑ) تاکہ (نہ) جھک پڑے وہ تمہیں لے کر

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

وہ اور اس نے پھیلائے اس میں ہر قسم کے چوپائے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی، پھر اگائی ہم نے اس میں

كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ

(غلوں کی) ہر قسم عمدہ ○ یہ مخلوق ہے اللہ کی' پس دکھاؤ تم مجھے کیا ہے وہ جو پیدا کیا ہے ان (معبودوں) نے جو اس کے سوا ہیں؟

بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۱﴾ ع

بلکہ ظالم ہی صریح گمراہی میں ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنی قدرت کے کچھ آثار' اپنی حکمت کی کچھ انوکھی چیزیں اور اپنی رحمت کے آثار میں سے کچھ نعمتوں کے بارے میں بیان فرماتا ہے: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ﴾ اس نے ساتوں آسمانوں کو ان کی عظمت' ان کی وسعت' ان کی کثافت اور ان کی ہولناک بلندیوں کے ساتھ پیدا کیا ﴿بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا﴾ ان کو سہارا دینے کے لیے کوئی ستون نہیں۔ اگر کوئی ستون ہوتا تو ضرور نظر آتا۔ آسمان صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

﴿وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ﴾ ''اور زمین پر پہاڑ رکھ دیے۔'' یعنی بڑے بڑے پہاڑ' جن کو زمین کے کناروں اور گوشوں میں گاڑ دیا تا کہ زمین ﴿تَمِيۡدَ بِكُمۡ﴾ ''تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے۔'' اگر یہ مضبوطی سے گاڑے ہوئے پہاڑ نہ ہوتے تو زمین ڈھلک جاتی اور اپنے بسنے والوں کے ساتھ استقرار نہ پکڑتی۔ ﴿وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ اس وسیع زمین میں تمام اصناف کے حیوانات پھیلائے جو انسانوں کے مصالح و منافع کے لیے مسخر ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر حیوانات پھیلائے تو اسے معلوم تھا کہ ان حیوانات کے زندہ رہنے کے لیے رزق بہت ضروری ہے اس لیے اس نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔ ﴿فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ﴾ ''اور زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اُگا دیے۔'' یعنی خوش منظر' نفع مند نباتات جن میں زمین کے اندر پھیلے ہوئے حیوانات چرتے ہیں اور ان کے نیچے تمام حیوانات سکون حاصل کرتے ہیں۔

﴿هٰذَا﴾ ''یہ'' یعنی عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوق' جمادات و حیوانات اور تمام مخلوقات کے لیے رزق رسانی ﴿خَلۡقُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی تخلیق ہے'' جو وحدہ لاشریک ہے' جس کا سب اقرار کرتے ہیں حتیٰ کہ اے مشرکو! تم بھی اقرار کرتے ہو۔ ﴿فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ﴾ ''پس مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو معبود (خود ساختہ شریک) ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟'' یعنی جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے' جن کو تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ ان کی بھی کوئی تخلیق ہو جیسی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے' ان کے یہ خود ساختہ معبود بھی رزق عطا کرتے ہوں جیسے اللہ تعالیٰ رزق رسانی کرتا ہے۔ اگر تمہارے خود ساختہ معبودوں نے ان میں سے کوئی کام کیا ہے تو مجھے بھی دکھاؤ تا کہ تمہارا ان کے بارے میں یہ دعویٰ ثابت ہو کہ وہ عبادت کے مستحق ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دکھا سکتے جو ان باطل معبودوں کی تخلیق ہو کیونکہ مذکورہ تمام اشیاء کے بارے میں وہ اقرار کر چکے ہیں کہ وہ اللہ وحدہ کی تخلیق کردہ ہیں اور ان اشیاء کے علاوہ وہاں کوئی چیز موجود ہی نہیں۔ لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں جو عبادت کی مستحق ہو۔ ان کا ان خودساختہ معبودوں کی عبادت کرنا کسی علم اور بصیرت پر مبنی نہیں بلکہ جہالت اور گمراہی کی بنا پر ہے اس لیے فرمایا: ﴿بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''بلکہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔'' یعنی جو بالکل صاف، ظاہر اور واضح ہے کیونکہ وہ ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع کی مالک ہیں نہ نقصان کی، جن کے قبضۂ قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں...... اور ان لوگوں نے اپنے خالق اور رازق کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیا جو تمام امور کا مالک ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
اور البتہ تحقیق دی تھی ہم نے لقمان کو حکمت یہ کہ شکر کر تو اللہ کا اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو یقیناً وہ شکر کرتا ہے اپنی ہی ذات کے لیے
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ
اور جس نے ناشکری کی تو بلاشبہ اللہ بہت بے پروا قابل تعریف ہے○ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے بیٹے!
لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ
نہ شریک ٹھہرا تو ساتھ اللہ کے بلاشبہ شرک البتہ ظلم ہے، بہت بڑا○ اور وصیت کی ہم نے انسان کو ساتھ اپنے والدین کے (نیک سلوک کرنے کی)،
حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ
اٹھائے رکھا اسے اسکی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے (باوجود) اور دودھ چھڑانا ہے اسکا دو سال میں (اور) یہ کہ شکر کر تو میرا اور اپنے والدین کا،
النصف
اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ
اور میری ہی طرف ہے لوٹنا○ اور اگر وہ دونوں مجبور کریں تجھے اس بات پر کہ تو شریک ٹھہرائے میرے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں ہے تجھے اسکا کوئی علم،
فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ
تو نہ اطاعت کرنا تو ان دونوں کی اور اچھا سلوک کر تو ان دونوں سے دنیا میں معروف طریقے سے اور اتباع کر تو اس شخص کے راستے کا جو رجوع کرتا ہے
اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ
میری طرف، پھر میری ہی طرف واپسی ہے تمہاری پس خبر دوں گا میں تمہیں اسکی جو تھے تم عمل کرتے○ اے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر
تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ
ہو وہ (عمل) برابر ایک دانے رائی کے پھر ہو وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں
یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ
تو لے آئے گا اسے اللہ بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے○ اے میرے (پیارے) بیٹے! قائم کر تو نماز اور حکم کر تو ساتھ نیکی کے

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ﴿١٧﴾ وَ

اور روک تو برے کاموں سے' اور صبر کر تو اوپر اس (تکلیف) کے جو پہنچے تجھے' بلاشبہ یہ ہے ہمت کے کاموں میں سے ○ اور

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ

نہ تو پھیر اپنا رخ لوگوں سے اور نہ تو چل زمین میں اکڑ کر، بلاشبہ اللہ نہیں پسند کرتا ہر

مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ

متکبر' شیخی خورے کو ○ اور میانہ روی اختیار کر تو اپنی چال میں اور پست رکھ تو اپنی آواز

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ۧ﴿١٩﴾

بلاشبہ بدترین آوازوں میں سے البتہ آواز ہے گدھے کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے صاحب فضیلت بندے لقمان پر اپنے احسان وعنایت کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے اسے حکمت سے نوازا اور وہ حق اور اس (اللہ) کی حکمت کا علم ہے۔ یہ احکام کے علم، ان کے اسرار نہاں اور ان کے اندر موجود دانائی کی معرفت کا نام ہے۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان صاحب علم ہوتا ہے' مگر حکمت سے تہی دامن ہوتا ہے۔ رہی حکمت' تو یہ علم کو مستلزم ہے بلکہ عمل کو بھی مستلزم ہے بنا بریں حکمت کی علم نافع اور عمل صالح سے تفسیر کی جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے جناب لقمان پر اپنی بڑی نوازش کی تو ان کو اپنی عطا و بخشش پر شکر کرنے کا حکم دیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو برکت دے اور ان کے لیے اپنے فضل وکرم میں اضافہ کرے' نیز آگاہ فرمایا کہ شکر کی منفعت شکر کرنے والوں ہی کی طرف لوٹتی ہے اور جو کوئی شکر ادا نہیں کرتا تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے' جو کوئی اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے میں وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات کا لازمہ ہے' اس کا اپنی صفات کمال اور اپنے خوبصورت کاموں میں قابل ستائش ہونا اس کی ذات کا لازمہ ہے۔ اس کے ان دونوں اوصاف میں سے ہر وصف' صفت کمال ہے اور دونوں اوصاف کا مجتمع ہونا گویا کمال کے اندر کمال کا اضافہ ہے۔

اس بارے میں اصحاب تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا جناب لقمان نبی تھے یا اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ ذکر نہیں کیا کہ اس نے ان کو حکمت سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی ان میں کچھ ایسی چیزوں کا ذکر فرمایا جو ان کی حکمت پر دلالت کرتی ہیں۔ انہوں نے حکمت کے بڑے بڑے قواعد اور اصولوں کا ذکر کیا: ﴿ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ ﴾ ''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا'' یا انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک بات کہی جس کے ذریعے سے انہوں نے اسے امر ونہی کی نصیحت کی جو ترغیب وترہیب سے مقرون تھی۔ پس انہوں نے اپنے بیٹے کو اخلاص کا حکم دیا' اسے شرک سے منع کیا اور ممانعت کا سبب بیان کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴾ ''یقیناً

شرک ظلم عظیم ہے'' اور اس کے ظلم عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی برا نہیں جو مٹی سے بنی ہوئی مخلوق کو کائنات کے مالک کے مساوی قرار دیتا ہے' وہ اس ناچیز کو جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی اس ہستی کے برابر سمجھتا ہے جو تمام اختیارات کی مالک ہے۔ جو ناقص اور ہر لحاظ سے محتاج ہستی کو رب کامل کے برابر مانتا ہے جو ہر لحاظ سے بے نیاز ہے' وہ ایسی ہستی کو جس کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں کہ وہ ذرہ بھر بھی کسی کو نعمت عطا کر سکے ایسی ہستی کے مساوی قرار دیتا ہے کہ مخلوق کے دین و دنیا' آخرت اور ان کے قلب و بدن میں جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے ہے اور اس ہستی کے سوا کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی ظلم ہے؟

کیا اس سے بڑا کوئی ظلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے اپنی عبادت اور توحید کے لیے پیدا کیا وہ اپنے شرف کے حامل نفس کو خسیس ترین مرتبے تک گرا دیتا ہے اور اس سے ایسی چیز کی عبادت کراتا ہے جو کچھ بھی نہیں؟ پس وہ اپنے آپ پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو قائم کرنے یعنی شرک کو ترک کرنے کا حکم دیا جس کا لازمہ قیام توحید ہے' تو پھر والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ ﴾ ''اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے۔'' یعنی ہم نے اس سے عہد لیا اور اس عہد کو وصیت بنا دیا کہ ہم عنقریب اس سے پوچھیں گے کہ آیا اس نے اس وصیت کو پورا کیا؟ اور کیا اس نے اس وصیت کی حفاظت کی ہے یا نہیں؟

ہم نے اسے ﴿ بِوَالِدَيْهِ ﴾ ''اس کے والدین کے بارے میں'' وصیت کی اور اس سے کہا: ﴿ اشْكُرْ لِي ﴾ میری عبودیت کے قیام اور میرے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے سے میرا شکر ادا کر اور میری نعمتوں کو میری نافرمانی میں استعمال نہ کر۔ ﴿ وَلِوَالِدَيْكَ ﴾ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک' یعنی نرم و لطیف قول' فعل جمیل' ان کے سامنے تواضع و انکسار' ان کے اکرام و اجلال' ان کی ذمہ داریوں کو اٹھانے' ان کے ساتھ قول و فعل اور ہر لحاظ سے برے سلوک سے اجتناب کرنے کے ذریعے سے ان کا شکر ادا کر۔ ہم نے اسے یہ وصیت کرنے کے بعد آگاہ کیا ﴿ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ کہ اے انسان! عنقریب تجھے اس ہستی کی طرف لوٹنا ہے جس نے تجھے وصیت کر کے ان حقوق کی ادائیگی کا مکلف بنایا ہے۔ وہ ہستی تجھ سے پوچھے گی: ''کیا تو نے اس وصیت کو پورا کیا کہ وہ تجھے اس پر ثواب عطا کرے یا تو نے اس وصیت کو ضائع کر دیا تاکہ تجھے بدترین سزا دے؟''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بعد اس سبب کا ذکر فرمایا جو ماں کے ساتھ حسن سلوک کا موجب ہے' لہٰذا فرمایا: ﴿ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ ﴾ ''اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا۔'' یعنی نہایت مشقت کے ساتھ اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ وہ استقرار نطفہ ہی سے مشقتوں کا سامنا کرتی رہتی ہے' مثلاً بعض چیزوں کے کھانے کو جی چاہنا' بیماری' کمزوری' حمل کا بوجھ' حالت میں تغیر اور پھر وضع حمل کے

وقت سخت تکلیف کا سامنا کرنا ﴿ وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ ﴾ ''اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑانا۔'' یعنی وہ اپنی ماں کی پرورش، کفالت اور رضاعت کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا اس ہستی کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا جائے جو شدید محبت کے ساتھ اپنے بچے کی خاطر یہ سختیاں برداشت کرتی ہے اور اس کے بیٹے کو اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور وصیت نہ کی جائے؟

﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ ﴾ اگر تیرے والدین کوشش کریں ﴿ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ ''اس چیز کی کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک بنائے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کر۔'' تو یہ نہ سمجھ کہ شرک کے بارے میں ان کی اطاعت کرنا بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق ہر ایک کے حقوق پر مقدم ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)) [1] ''خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''

یہاں (ایک قابل غور نکتہ ہے) اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: (وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَعُقَّهُمَا) ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کی نافرمانی اور ان سے بدسلوکی کر'' بلکہ فرمایا: ﴿ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ یعنی تو شرک میں ان کی اطاعت نہ کر۔ باقی رہا ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا تو اس پر قائم رہ اس لیے فرمایا: ﴿ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ﴾ ''اور دنیا (کے معاملات) میں ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ رہ۔'' یعنی ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آ اور اگر وہ حالت کفر و عصیان پر ہیں تو پھر ان کی پیروی نہ کر ﴿ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾ ''اور اس شخص کی راہ کی اتباع کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔'' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ان کے راستے کی پیروی یہ ہے کہ انابت الی اللہ میں ان کے مسلک پر چلا جائے۔ انابت سے مراد یہ ہے کہ قلب کے محرکات اور ارادوں کا اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف مائل ہونا اور اس کے قریب ہونا، پھر بدن کا ان ارادوں کی پیروی کرنا۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ ﴾ ''پھر میری طرف تمہارا لوٹنا ہے۔'' اطاعت گزار، نافرمان اور صاحب انابت سب میری طرف لوٹیں گے ﴿ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تو تم جو کام کرتے ہو میں ان کے بارے میں تمہیں آگاہ کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں۔

﴿ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ ﴾ ''اے میرے بیٹے! بلاشبہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو'' جو سب سے چھوٹی اور حقیر ترین چیز ہے ﴿ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ ﴾ ''اور وہ کسی پتھر کے اندر ہو۔'' یعنی

[1] المعجم الكبير للطبراني: ۱۷۰/۱۸، ح: ۳۸۱ و شرح السنة للبغوي: ۴۴/۱۰

چٹان کے درمیان ﴿ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ ﴾ ’’یا آسمان یا زمین کے اندر ہو‘‘ یعنی زمین و آسمان کی کسی بھی جہت میں ہو ﴿ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم وسیع، خبر تام اور قدرت کامل کے ذریعے سے اسے لے آئے گا‘ اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے علم اور اپنی خبر میں بہت باریک بین ہے حتیٰ کہ وہ باطنی امور اور اسرار نہاں‘ بیابانوں اور سمندروں میں چھپی ہوئی چیزوں کی بھی خبر رکھتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے جہاں تک ممکن ہو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے اور اس کی اطاعت کرنے کی ترغیب اور قبیح امور سے‘ خواہ کم ہوں یا زیادہ‘ ترہیب مقصود ہے۔

﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾ ’’اے بیٹے! نماز کی پابندی کر۔‘‘ آپ نے اسے نماز کی ترغیب دی اور نماز کو اس لیے مختص کیا کہ یہ سب سے بڑی بدنی عبادت ہے۔ ﴿ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ ’’اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کر۔‘‘ یہ حکم اوامر و نواہی کی معرفت کو مستلزم ہے تاکہ معروف کا حکم دیا جائے اور نواہی سے روکا جائے‘ نیز یہ ایسے امر کا حکم ہے جس کے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل ممکن نہیں‘ مثلاً نرمی اور صبر وغیرہ۔ اگلے جملے میں صراحت کے ساتھ فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ﴾ ’’اور اس تکلیف پر صبر کر جو تجھے پہنچے۔‘‘

یہ آیات کریمہ اس بات پر دال ہیں کہ نیکی پر عمل کر کے اور برائی کو ترک کر کے خود اپنی ذات کی تکمیل کی جائے پھر نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر دوسروں کی تکمیل کی جائے۔ چونکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ جب بندہ نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا تو لامحالہ اسے آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا نیز اس راستے میں نفس کو مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اس لیے اس کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے‘ لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ ﴾ ’’اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا‘ بے شک یہ بات‘‘ جس کی لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی ہے ﴿ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ ایسے امور میں سے ہے جن کا عزم کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے اور صرف اولوالعزم لوگوں کو اس کی توفیق عطا ہوتی ہے۔

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾ ’’تو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کے ساتھ‘ لوگوں سے منہ نہ پھیر‘‘ ﴿ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ﴾ اور انعام کرنے والی ہستی کو فراموش کر کے‘ اس کی نعمتوں پر فخر کرتے ہوئے خود پسندی کے ساتھ اتراتا ہوا زمین پر مت چل ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ ﴾ ’’یقیناً اللہ کسی‘ خود پسند سے محبت نہیں کرتا‘‘ جو اپنے آپ میں‘ اپنی ہیئت میں تکبر کرتا ہے۔ ﴿ فَخُوْرٍ ﴾ یعنی جو اپنی باتوں میں فخر کا اظہار کرتا ہے۔

﴿ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ ﴾ ’’اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر۔‘‘ تکبر اور اتراہٹ کی چال چل نہ بناوٹ

کی‘ بلکہ تواضع اور انکسار کے ساتھ چل۔ ﴿ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے حضور لوگوں کے ساتھ ادب کے طور پر اپنی آواز کو دھیما رکھ۔ ﴿ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ ﴾ یعنی بدترین اور قبیح ترین آواز ﴿ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴾ ”گدھوں کی آواز ہے۔“ اگر بہت زیادہ بلند آواز میں کوئی مصلحت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو گدھے کے ساتھ مختص نہ کرتا جس کی خساست اور کم عقلی مسلّم ہے۔

یہ وصیتیں‘ جو جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے کی ہیں‘ حکمت کی بڑی بڑی باتوں کی جامع ہیں اور ان باتوں کو بھی مستلزم ہیں جو یہاں مذکور نہیں۔ ہر وصیت کے ساتھ ایک داعیہ موجود ہے جو امر کی صورت میں اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے اور اگر معاملہ نہی کا ہے تو اس پر عمل سے روکتا ہے اور یہ چیز ہماری اس تفسیر پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے ”حکمت“ کے ضمن میں بیان کی ہے کہ یہ احکام‘ ان کی حکمتوں اور ان کی مناسبات کا نام ہے۔

لقمان نے اپنے بیٹے کو دین کی بنیاد یعنی توحید کا حکم دیا اور شرک سے منع کیا اور ترک شرک کے موجبات کو بیان کیا۔ جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے موجبات کو بھی واضح کیا، پھر اسے حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ساتھ ساتھ اپنے والدین کا بھی شکر گزار ہو، پھر واضح کیا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حکم کی اطاعت کی حدود وہاں تک ہیں جہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔ بایں ہمہ ان کے ساتھ مخالفت اور عدم شفقت کا رویہ نہ رکھے‘ بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ جب وہ اسے شرک پر مجبور کریں تو وہ ان کی اطاعت نہ کرے مگر اس صورت میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کو ترک نہ کرے۔

جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے مراقبے کا حکم دیا اور اسے خوف دلایا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ ہر چھوٹی بڑی نیکی اور بدی اس کے حضور پیش ہوگی۔ جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو تکبر سے روکا‘ اسے تواضع اور انکسار کا حکم دیا‘ اسے خوشی میں اترانے اور اکڑنے سے منع کیا‘ اسے اپنی حرکات اور آواز میں سکون اور دھیما پن اختیار کرنے کا حکم دیا اور ان کے متضاد امور سے روکا‘ اسے ترغیب دی کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے نیز نماز قائم کرنے اور صبر کرنے کا حکم دیا‘ جن کی مدد سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ﴾ (البقرۃ: ۲/۴۵) ”اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔“

جس شخص نے ان باتوں کی وصیت کی ہو وہ اس امر کا حق دار ہے کہ وہ حکمت و دانائی کے لیے مخصوص اور مشہور ہو‘ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہے کہ اس نے ان کے سامنے اس کی حکمت کا ذکر کیا جو ان کے لیے اچھا نمونہ بن سکے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ

کیا نہیں دیکھا تم نے کہ بیشک اللہ نے کام میں لگا دیا ہے تمہارے لیے (ان سب کو) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور پوری کر دیں اس نے

عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ

تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور چھپی اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر

عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی کتاب روشن کے ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے: تم پیروی کرو اسکی جسے نازل کیا اللہ نے،

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ

تو وہ کہتے ہیں: ہم تو پیروی کرینگے اسی (راستے) کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو کیا (پیروی کرینگے انہی کی) اگرچہ تھا

الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

شیطان بلاتا رہا ان کو طرف عذاب جہنم کی؟ ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلاتا ہے اور انہیں ان نعمتوں پر شکر کرنے، ان کا مشاہدہ کرنے اور ان سے عدم غفلت کا حکم دیتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا﴾ کیا تم نے مشاہدہ نہیں کیا؟ کیا تم نے اپنی ظاہری اور دل کی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی؟ ﴿اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے (سورج، چاند اور ستاروں میں سے) جو کچھ آسمان میں ہے اسے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔'' یہ سب بندوں کے فائدے کے لیے مسخر ہیں۔ ﴿وَمَا فِى الْاَرْضِ﴾ ''اور جو کچھ زمین میں ہے۔'' یعنی تمام حیوانات، درخت، کھیتیاں، دریا اور معدنیات وغیرہ کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (البقرۃ: ۲/۲۹) ''وہی تو ہے جس نے زمین کی سب چیزیں تمہارے لیے پیدا کیں۔'' ﴿وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ﴾ اور جس نے تمہیں دین و دنیا کی نعمتوں، بہت سی منفعتوں کے حصول اور مضرتوں سے دور ہونے جیسی وافر ظاہری اور باطنی نعمتوں سے ڈھانپ لیا ہے ان میں سے بعض کو ہم جانتے ہیں اور بعض کو نہیں جانتے۔

تمہارا وظیفہ یہ ہونا چاہیے کہ تم منعم کی محبت کے ساتھ اور اس کے سامنے سرافگندہ ہو کر ان نعمتوں پر شکر کا اظہار کرو، ان نعمتوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرو اور ان نعمتوں سے اس کی نافرمانی پر مدد نہ لو۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' ان نعمتوں کے پے در پے عطا ہونے کے باوجود ﴿مِنَ النَّاسِ مَنْ﴾ ''لوگوں میں ایسا آدمی بھی ہے جو'' ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ ان نعمتوں پر ناشکری کرتا ہے۔ اس ہستی کا انکار کرتا ہے جس نے اسے ان نعمتوں سے نوازا اور اس نے اس کے اس حق کو تسلیم نہ کیا جس کے لیے اس نے کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے۔ ﴿يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ﴾ اور اس نے باطل دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں جھگڑنا شروع کیا تاکہ حق کو نیچا دکھائے اور اس دعوت کو جسے رسول لے کر آیا ہے، یعنی اللہ وحدہ کی عبادت کی دعوت کو ٹھکرا دے اور

یہ جھگڑنے والا شخص ﴿ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ کسی علم اور کسی بصیرت کے بغیر جھگڑتا ہے۔ پس اس کا جھگڑا کسی علمی بنیاد پر مبنی نہیں ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ بات چیت میں نرمی کی جائے ﴿ وَّلَا هُدًى ﴾ اور نہ کسی ہدایت پر مبنی ہے' جس کی بنا پر ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کی جاتی ہے ﴿ وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴾ اور نہ اس کا مجادلہ کسی روشن اور حق کو واضح کرنے والی کسی کتاب پر مبنی ہے۔ پس اس کا مجادلہ کسی معقول یا منقول دلیل پر مبنی ہے نہ ہدایت یافتہ لوگوں کی اقتدا پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی بحث وجدال تو صرف اپنے ان آباء واجداد کی تقلید پر مبنی ہے جو کسی طرح بھی راہ راست پر نہ تھے' بلکہ خود گمراہ اور گمراہ کنندہ تھے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو۔'' یعنی جو کچھ اس نے رسولوں کے ذریعے سے نازل فرمایا ہے کیونکہ یہی حق ہے اور ان کے سامنے اس کے ظاہری دلائل بیان کیے ہیں ﴿ قَالُوْا ﴾ تو وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ ''بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔'' یعنی ہم کسی کی خاطر' خواہ وہ کوئی بھی ہو' ان عقائد ونظریات کو نہیں چھوڑ سکتے جن پر ہمارے باپ دادا عمل پیرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا اور ان کے باپ دادا کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ ''خواہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔'' یعنی ان کے آباء واجداد نے شیطان کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے پیچھے چل پڑے اور یوں وہ شیطان کے چیلوں میں شامل ہو گئے اور ان پر حیرت وتردد نے غلبہ پالیا۔ کیا یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ ان کی پیروی کی جائے اور ان کے طریقے پر چلا جائے یا یہ چیز ان کو ان کے آباء واجداد کے مسلک پر چلنے سے ڈراتی ہے اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی گمراہی کا اعلان کرتی ہے؟ ان کے آباء واجداد کے لیے شیطان کی دعوت کسی محبت اور مودت کی بنا پر نہیں بلکہ یہ تو ان کے ساتھ عداوت اور فریب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیروکار اس کے دشمن ہیں جن پر قابو پانے میں وہ کامیاب ہوا ہے۔ جب لوگ اس کی دعوت کو قبول کر کے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے مستحق بنتے ہیں تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط

اور جو جھکا دے اپنا چہرہ طرف اللہ کی' جب کہ وہ نیکوکار ہو تو تحقیق پکڑ لیا اس نے کڑا مضبوط'

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ط اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور اللہ ہی کی طرف ہے انجام سب کاموں کا ○ اور جس نے کفر کیا تو نہ غم میں ڈالے آپ کو کفر اس کا' ہماری ہی طرف ہے ان کا لوٹ کر آنا'

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا

پس ہم خبر دیں گے ان کو (اس کی) جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا' بیشک اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○ فائدہ دیتے ہیں ہم ان کو تھوڑا سا'

ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

پھر دھکیل دیں گے ہم ان کو طرف سخت عذاب کی ○

﴿ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے ﴿ وَهُوَ مُحْسِنٌ ﴾ تو وہ اسلام میں محسن ہے کیونکہ اس کا عمل شرعی ہے اور وہ اس میں رسول ﷺ کی اتباع کرتا ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کوئی عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرتسلیم خم کرتا ہے اور وہ اپنی عبادات کو احسان کے درجہ تک لے جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں کرسکتا تو وہ اس طرح عبادت کرتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق قائم کرکے اس کے سامنے سرتسلیم خم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے...... تینوں معانی میں تلازم پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس پہلو سے کہ دونوں لفظوں کے مورد میں اختلاف ہے ورنہ قبول کرنے اور تکمیل کے لحاظ سے، تمام معانی، دین کے تمام قوانین اور اصولوں کو قائم کرنے پر متفق ہیں۔

جو کوئی ان امور پر عمل پیرا ہوا تو ﴿ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ ''اس نے مضبوط سہارے کو تھام لیا۔'' یعنی جس نے وہ سہارا تھام لیا جو بھروسے کے قابل تھا، وہ نجات پا گیا اور ہلاکت سے بچ گیا اور ہر بھلائی سے بہرہ ور ہوا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرتسلیم خم نہ کیا یا اس نے ''احسان'' سے کام نہ لیا تو اس نے بھروسے کے قابل سہارے کو نہ تھاما اور جب اس نے اس قابل اعتماد سہارے کو نہ تھاما تو وہاں ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾ اور تمام معاملات کا مرجع و منتہا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ وہ ان کے اعمال کے تقاضوں اور ان کے انجام کے مطابق ان کو جزا و سزا دے گا، لہٰذا اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ﴾ ''اور جو کفر کرے تو اس کا کفر تمہیں غمگین نہ کردے'' کیونکہ آپ کے ذمہ دعوت توحید اور تبلیغ کا جو فرض تھا وہ آپ نے ادا کردیا اگر کوئی راہ راست اختیار نہیں کرتا، (تو نہ سہی) اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ اجر کے مستحق ہوگئے، لہٰذا ان کے راہ راست اختیار نہ کرنے پر آپ کے لیے حزن و غم کا کوئی مقام نہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نواز دیتا۔ آپ اس بات پر بھی غم زدہ نہ ہوں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ عداوت کی جسارت کی اور آپ کے خلاف اعلان جنگ کیا، وہ اپنی گمراہی اور کفر پر جمے رہے نیز آپ کو اس بارے میں بھی غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ ان پر اس دنیا ہی میں عذاب بھیج دیا گیا۔

﴿ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ﴾ ''ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے' پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم ان کو بتا دیں گے۔'' ہم انہیں ان کے کفر' عداوت' اللہ کی روشنی کو بجھانے کے لیے ان کی بھاگ دوڑ کرنے اور اس کے رسولوں کو اذیت پہنچانے کے بارے میں آگاہ کریں گے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سینے کے اسرار نہاں کو بھی جانتا ہے'' جن کے بارے میں کبھی کسی نے بات نہیں کی تب ان معاملات کو کیسے نہیں جانے گا جو ظاہر اور سب کے سامنے ہیں؟

﴿ نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا ﴾ ''ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ اٹھانے کی مہلت دیتے ہیں'' اس دنیا میں تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیں اور یوں ان کے عذاب میں اضافہ ہو جائے۔ ﴿ ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ ﴾ ''پھر ہم انہیں جبراً کھینچ لائیں گے'' ﴿ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴾ ''ایک سخت عذاب کی طرف۔'' یعنی وہ عذاب اپنی سختی' بہت بڑا ہونے' اپنی قباحت' اپنی الم ناکی اور اپنی شدت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ

اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے' کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے، کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ

اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۲۶﴾

اکثر انکے نہیں جانتے ○ اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' بے شک اللہ' وہ بے نیاز ہے تعریف کے لائق ○

وَلَوۡ اَنَّ مَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَةٍ اَقۡلَامٌ وَّالۡبَحۡرُ يَمُدُّهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ سَبۡعَةُ

اور اگر بیشک جو کچھ زمین میں ہیں درختوں سے (وہ) قلمیں ہو جائیں اور سمندر (سیاہی) زیادہ کریں اس (سیاہی) کو اسکے بعد سات

اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلۡقُكُمۡ

سمندر (اور) تو بھی نہ ختم ہوں کلمات اللہ کے' بیشک اللہ نہایت غالب' خوب حکمت والا ہے ○ نہیں ہے پیدا کرنا تمہارا

وَلَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿۲۸﴾

اور نہ دوبارہ اٹھانا تمہارا' مگر مانند ایک جان کے' بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ○

اگر آپ حق کو جھٹلانے والے ان مشرکین سے پوچھیں ﴿ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟'' تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان کے بتوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ بول اٹھتے کہ اللہ اکیلے نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے ﴿ قُلِ ﴾ ان کو الزامی جواب دیتے اور ان کے اس اقرار کو ان کے انکار کے خلاف حجت بناتے ہوئے کہہ دیجیے! ﴿ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ﴾ ''ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے'' جس نے نور کو واضح کر دیا اور خود تمہاری ہی طرف سے دلیل کو ظاہر کر دیا۔ اگر وہ جانتے ہوتے تو انہیں یقین ہوتا کہ وہ ہستی جو کائنات کی تخلیق و تدبیر میں متفرد ہے وہ استحقاق عبادت اور توحید میں بھی متفرد ہے لیکن ﴿ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾ ''ان

میں اکثر نہیں جانتے۔‘‘ اسی لیے انہوں نے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرایا‘ بصیرت کی بنا پر نہیں بلکہ حیرت اور شک کی بنا پر وہ اپنے مذہب کے تناقض پر راضی ہو گئے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وسعت اوصاف کے نمونے کے طور پر ان دو آیتوں کا ذکر فرمایا تاکہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت‘ محبت اور دین میں اخلاص کی دعوت دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی عمومی ملکیت کا ذکر کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے...... یہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی کو شامل ہے...... سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ احکام کونی وقدری‘ احکام دینی وامری اور احکام جزائی کے ذریعے سے ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس تمام مخلوق اس کی مملوک ہے جو اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہے اور وہ کسی چیز کی مالک نہیں۔ وہ بے حد بے نیاز ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں جس کی مخلوق محتاج ہوتی ہے۔ ﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ (الذّٰریٰت: ۵۷/۵۱)’’میں ان سے رزق طلب نہیں کرتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔‘‘ نیز انبیاء‘ صدیقین‘ شہدا اور صالحین کے اعمال اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ان کے اعمال کا فائدہ صرف انہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ یہ اس کی بے نیازی ہے کہ اس نے انہیں ان کی دنیا و آخرت میں بے نیاز بنا دیا اور ان کے لیے وہ کافی ہو گیا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وسعت حمد کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ اس کی حمد وثنا اس کی ذات کا لازمہ ہے وہ ہر لحاظ ہی سے قابل تعریف ہے۔ وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں قابل تعریف ہے۔ اس کی صفات میں سے ہر صفت کامل ترین حمد وثناء کی مستحق ہے کیونکہ یہ عظمت وکمال پر مبنی صفات ہیں۔ اس کے تمام افعال اور اس کی تمام تخلیقات قابل تعریف اور اس کے تمام اوامر ونواہی قابل ستائش ہیں وہ تمام فیصلے اور احکام جو اس نے دنیا و آخرت میں اپنے بندوں پر اور بندوں کے درمیان نافذ کیے ہیں‘ ان پر وہ قابل حمد وستائش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی وسعت اور اپنے قول کی عظمت کو ایسی شرح کے ساتھ بیان کیا جو دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہے‘ جس سے عقل وخرد حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اور عقل مند اور اصحاب بصیرت اس کی معرفت میں سیاحت کرتے ہیں‘ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ﴾ ’’اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں۔‘‘ جن کے ساتھ لکھا جائے ﴿وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ﴾ ’’اور سمندر روشنائی ہو اور اس کے بعد سات سمندر اور‘‘ روشنائی بن جائیں جن سے لکھنے میں مدد لی جائے تو قلم ٹوٹ جائیں گے اور یہ روشنائی ختم ہو جائے گی لیکن ﴿كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی باتیں لکھنے سے کبھی ختم نہ ہوں گی۔

یہ مبالغہ نہیں ہے‘ جس میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی‘ بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عقل انسانی اللہ کی

بعض صفات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندوں کے لیے اس کی معرفت سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے انہیں سرفراز کیا ہے اور سب سے بڑی منقبت ہے جو انہیں حاصل ہوئی ہے جس کا کامل طور پر ادراک ممکن نہیں، مگر جس چیز کا کامل ادراک ممکن نہ ہو اس کو کامل طور پر ترک نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں سے بعض صفات کی طرف اس طرح توجہ دلائی ہے جس سے ان کے قلب منور ہوتے ہیں اور انہیں شرح صدر حاصل ہوتی ہے وہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے جس پر وہ نہیں پہنچے، اس چیز سے راہنمائی لیتے ہیں جس تک وہ پہنچ چکے ہیں اور وہ اسی طرح کہتے ہیں جیسے ان میں سے بہترین انسان اور اپنے رب کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والی ہستی نے کہا: ((لَا نُحْصِي ① ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ)) ② ''ہم تیری ثناء بیان نہیں کر سکتے، تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی ثناء بیان کی۔'' ورنہ حقیقت یہ ہے کہ معاملہ اس سے جلیل تر اور عظیم تر ہے۔

یہ تمثیل ان معانی کو قریب کرنے کے باب میں سے ہے جہاں تک پہنچنے کی ذہن اور فہم طاقت نہیں رکھتا۔ ورنہ اگر درختوں کو کئی گنا کر لیا جائے اور سمندروں کو بھی کئی گنا کر کے ان کی روشنائی بنالی جائے تب بھی ان کے ختم ہونے کا تو تصور کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ مخلوق ہیں...... رہا اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام، تو اس کے ختم ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ عقلی اور نقلی دلیل دلالت کرتی ہے کہ اس کا کلام ختم ہوتا ہے نہ اس کی کوئی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے سوا باقی ہر چیز کی انتہا ہے۔ ﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ (النجم: ٤٢/٥٣) ''اور تیرے رب ہی کے پاس پہنچنا ہے۔''

جب عقل اللہ تعالیٰ کی ''اولیت'' اور ''آخریت'' کا تصور کرے تو، ذہن گزرے ہوئے زمانوں کو فرض کرے۔ وہ ازمان گزشتہ کا جتنا بھی اندازہ لگائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بھی پہلے ہے جس کا کوئی منتہیٰ نہیں۔ اسی طرح عقل و ذہن میں آنے والے زمانوں کے بارے میں خواہ کتنا ہی اندازہ کر لیں اور قلب و زبان کے ذریعے سے اس کی مدد بھی لے لیں، اللہ تعالیٰ ان کے ان اندازوں سے بھی زیادہ متاخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تمام اوقات میں فیصلہ کرتا ہے، کلام کرتا ہے، وہ جیسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اپنا قول و فعل صادر کرتا ہے اسے اپنے اقوال و افعال سے کوئی چیز مانع نہیں۔ جب عقل نے اس حقیقت کا تصور کر لیا تو معلوم ہوا کہ یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ضمن میں بیان کی ہے صرف اس لیے ہے کہ بندوں کو اس کا تھوڑا سا ادراک ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس سے عظیم تر اور جلیل تر ہے۔

① اصل لفظ ((لَا أُحْصِي)) ہے اور یہ مولف رحمہ اللہ کی سبقت قلم ہے۔

② صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟، ح: ٤٨٦

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عزت کے جلال اور کمال حکمت کا ذکر کیا۔ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' یعنی تمام عزت و غلبے کا وہی مالک ہے تمام عالم علوی اور عالم سفلی میں جو بھی قوت پائی جاتی ہے وہ اسی کی طرف سے ہے' وہی ہے جس کی توفیق کے بغیر گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے۔ وہ اپنے غلبے کے ذریعے سے تمام مخلوق پر غالب ہے' ان میں تصرف اور ان کی تدبیر کرتا ہے۔ اس نے اپنی حکمت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ اس تخلیق سے اس کی غرض وغایت اور مقصد بھی حکمت ہی ہے اسی طرح امرونہی بھی اس کی حکمت ہی سے وجود میں آئے ہیں' اور ان کو وجود میں لانے کی غایت مقصود بھی حکمت ہی ہے۔ پس وہ اپنے خلق وامر میں حکمت والا ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عظیم اور کامل قدرت کا ذکر فرمایا جس کا عقل تصور تک نہیں کر سکتی۔ پس فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ ''تم سب کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ اٹھانا تو بس ایسا ہے جیسے ایک متنفس کو (پیدا کرنا اور اٹھانا)'' اور یہ ایسی چیز ہے جو عقل کو حیران کر دیتی ہے۔ تمام مخلوق کی تخلیق...... ان کی کثرت کے باوجود اور ان کی موت کے بعد ان کے بکھر جانے کے باوجود ان کو ایک لحہ میں دوبارہ زندہ کرنا...... ایسے ہی ہے جیسے اس نے صرف ایک نفس کو پیدا کیا ہو۔ اس لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور پھر اعمال کی جزا دینے کو بعید سمجھنا اللہ تعالیٰ کی عظمت' قوت اور قدرت کے بارے میں جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ پھر ذکر فرمایا کہ وہ تمام مسموعات کو سنتا اور تمام مرئیات کو دیکھتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے' بیشک اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اس نے کام میں لگا دیا ہے سورج

وَالْقَمَرَ ز كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ

اور چاند کو' ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک اور (یہ کہ) بے شک اللہ' ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو' خوب خبردار ہے ○ یہ

بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ لا

اس سبب سے کہ بے شک اللہ' وہی ہے حق' اور (یہ کہ) بے شک جس کو وہ پکارتے ہیں اس کے سوا' باطل ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ع ﴿٣٠﴾ ع ۱۴/۱۱

اور یہ کہ بلا شبہ اللہ' وہی ہے بلند' بہت بڑا ○

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے اپنے تصرف وتدبیر میں متفرد ہونے' رات کو دن میں داخل کرنے اور دن کو رات میں داخل کرنے میں اپنی قدرت واختیار کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب دن اور رات میں سے کوئی داخل ہوتا

ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے۔ وہ سورج اور چاند کو مسخر کرنے میں بھی متفرد ہے۔ سورج اور چاند اس کی تدبیر اور نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے' ان میں خلل واقع نہیں ہوا...... تاکہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دین و دنیا سے متعلق اپنے بندوں کے مصالح و منافع کو پورا کرے' جس سے اس کے بندے عبرت حاصل کرتے اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

﴿كُلٌّ﴾ ''ہر ایک'' یعنی سورج اور چاند دونوں ﴿يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ایک مدت مقرر تک چلے جا رہے ہیں۔ جب یہ مدت پوری ہو جائے گی تو ان کی گردش ختم اور ان کی قوت معطل ہو جائے گی اور یہ قیامت کا دن ہوگا جب سورج اور چاند سیاہ اور بے نور کر دیئے جائیں گے۔ دنیا کے گھر کی انتہا اور آخرت کے گھر کی ابتدا ہو جائے گی۔ ﴿وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ اور تم جو نیکی اور بدی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ﴿خَبِيْرٌ﴾ ''باخبر ہے۔'' اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ عنقریب تمہیں ان اعمال پر جزا و سزا دے گا۔ وہ اطاعت کرنے والوں کو ثواب سے نوازے گا اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔

﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے اپنی عظمت اور اپنی صفات کو بیان کیا ہے ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات و صفات میں حق ہے' اس کا دین حق ہے' اس کے رسول حق ہیں' اس کا وعدہ حق ہے' اس کی وعید حق ہے اور اس کی عبادت حق ہے۔ ﴿وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ﴾ اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں' سب اپنی ذات و صفات میں باطل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو وجود میں نہ لاتا تو کبھی وجود میں نہ آسکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی امداد نہ کرے تو ان کی بقا ممکن نہیں۔ جب یہ خود باطل ہیں تو ان کی عبادت سب سے بڑا باطل ہے۔ ﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ﴾ ''اور بے شک اللہ تعالیٰ (بذاتہ) بلند ہے'' وہ تمام مخلوقات سے اوپر ہے۔ اس کی صفات اس سے بلند تر ہیں کہ ان پر مخلوق کی صفات کو قیاس کیا جائے۔ وہ مخلوق کے اوپر اور ان پر غالب ہے۔ ﴿الْكَبِيْرُ﴾ وہ اپنی ذات و صفات میں کبریائی کا مالک ہے اور زمین اور آسمان کی تمام مخلوق کے دل اس کی کبریائی سے لبریز ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کیا نہیں دیکھا آپ نے بیشک کشتی چلتی ہے سمندر میں ساتھ فضل اللہ کے' تاکہ دکھائے وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں' بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣١﴾ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ

البتہ نشانیاں ہیں ہر بڑے صابر شاکر کیلئے ○ اور جب ڈھانپ لیتی ہے انہیں کوئی (بڑی) موج' مانند سائبانوں کے' تو پکارتے ہیں وہ اللہ کو'

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ

خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین (پکار) کو پھر جب وہ نجات دے دیتا ہے انکو خشکی کی طرف تو کوئی ہی ان میں سے عہد پر قائم رہنے والا ہوتا ہے'

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا مگر ہر عہد توڑنے والا ناشکرا ہی O

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی رحمت اور اپنے بندوں پر اس کی عنایت کے آثار نہیں دیکھے؟ اس نے سمندر کو مسخر کیا جس میں اس کے حکم قدری اور اس کے لطف و احسان سے کشتیاں چلتی ہیں۔ ﴿لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''تاکہ وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھائے۔'' ان نشانیوں میں نفع اور عبرت ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔'' پس یہ وہ لوگ ہیں جو آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ ہر تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور خوشی پر شکر کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اس کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں۔ وہ اس کی قضا و قدر پر صبر کرتے اور اس کی دینی اور دنیاوی نعمتوں پر اس کا شکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کا حال بیان کرتا ہے کہ جب لوگ سمندر میں سفر کرتے ہیں اور سمندر کی موجیں چھتری کی مانند ان پر چھا جاتی ہیں تب وہ اللہ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ ﴿فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ﴾ ''پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے۔'' تو وہ دو گروہوں میں منقسم ہو جاتے ہیں: ان میں سے ایک گروہ کے لوگ درمیانی راہ پر چلنے والے ہیں، یعنی کامل طریقے سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ وہ گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کر کے اس کی نعمت کا انکار کرتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ﴾ ''اور ہماری آیتوں کا وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن ہیں۔'' ان کی بدعہدی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے سمندر اور اس کی سختیوں سے انھیں نجات دی تو وہ اس کے شکر گزار بندے بنیں گے۔ اس فریق نے بدعہدی کی اپنے عہد کو پورا نہ کیا اور اس پر مستزاد یہ کہ ﴿كَفُوْرٍ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سخت ناشکرے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ان سختیوں سے نجات دی ہو کیا اس کے لیے اس کا شکر ادا کرنے کے سوا کچھ اور لائق ہے؟

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ز

اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کا اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنی اولاد کے

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ط اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

اور نہ کوئی اولاد ہی کام آنے والی ہوگی اپنے باپ کے کچھ بھی، بے شک وعدہ اللہ کا سچا ہے، پس نہ دھوکے میں ڈال دے تمھیں

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

زندگانی دنیا، اور نہ دھوکے میں ڈالے تمھیں اللہ کے متعلق بڑا دھوکے باز (شیطان) O

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔تقویٰ سے مراد اس کے حکم کی تعمیل کرنا اور منہیات کو ترک کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے سخت دن کے خوف کی طرف ان کی توجہ مبذول کرواتا ہے۔جس روز ہر شخص کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں ہوگا پس ﴿لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا﴾ ’’نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔‘‘یعنی وہ اس کی نیکیوں میں اضافہ کر سکے گا نہ اس کے گناہوں میں کوئی کمی کر سکے گا۔ہر بندے کا عمل پورا ہو چکا ہوگا اور اس پر اس کی جزاوسزا بھی متحقق ہو چکی ہوگی۔تو اس ہولناک دن کی طرف دیکھ‘ جو بندے کو قوت عطا کر کے اس کے لیے تقویٰ کو آسان کرتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ وہ انہیں تقویٰ کا حکم دیتا ہے جس کے اندر ان کی سعادت ہے اور اس پر ان کے ساتھ ثواب کا وعدہ کرتا ہے‘ انہیں عذاب سے ڈراتا ہے‘ انہیں مواعظ اور (قیامت کے) خوفناک مقامات سے ڈرا کر‘ برائیوں سے روکتا ہے..... اے جہانوں کے رب! تیری ہی ستائش ہے۔﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ’’بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘پس اللہ کے وعدے میں شک نہ کرو اور ایسے کام نہ کرو جو اس وعدے کو سچا نہ ماننے والوں کے ہوتے ہیں‘ بنابریں فرمایا: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا﴾ یعنی دنیا کی زیب وزینت‘ اس کی چکا چوند اور اس کے فتنے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں ﴿وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ’’اور فریب دینے والا تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب نہ دے‘‘ یعنی شیطان ہر وقت انسان کو فریب میں مبتلا رکھتا ہے اور کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق ہے اور اس نے ان کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا‘ نیز کیا انہوں نے اس کا حق پورا کیا ہے یا اس بارے میں انہوں نے کوتاہی کی ہے؟ یہ ایسا معاملہ ہے جس کا اہتمام واجب ہے۔بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اسے اپنا نصب العین اور زندگی کا سرمایہ بنائے رکھے جس کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔اس راستے کی سب سے بڑی آفت فتنے میں مبتلا کرنے والی دنیا ہے اور سب سے بڑا راہ زن شیطان ہے جو وسوسے ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے‘ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا اور شیطان کے فریب میں مبتلا ہونے سے روکا ہے۔﴿یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ (النساء: ۴/ ۱۲۰) ’’شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے‘ ان کو آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان کا وعدہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ

بے شک اللہ‘ اسی کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی نازل کرتا ہے بارش اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں (ماؤں کے پیٹوں) میں ہے

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ

اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کیا کام کرے گا وہ کل کو اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں

ع ۱۴

تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

وہ مرے گا' بے شک اللہ خوب جاننے والا' خوب خبردار ہے O

یہ امر متحقق ہے کہ علم الٰہی نے غیب وشاہد اور ظاہر و باطن ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور کبھی کبھی بہت سے امور غیبیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مطلع کر دیتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں مذکور پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم کسی کو بھی نہیں دیا گیا' عام لوگ تو کیا ان امور کو کوئی نبی مرسل جانتا ہے نہ کوئی مقرب فرشتہ' لہٰذا فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾ (الاعراف: ۱۸۷/۷) ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آخر قیامت کی گھڑی کب آئے گی' کہہ دیجیے اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا' آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا اور وہ تم پر اچانک ہی آجائے گی۔''

﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ وہ اکیلا ہی ہے جو بارش برساتا ہے اور وہی اس کے برسنے کا وقت جانتا ہے۔ ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ پس رحموں کے اندر جو کچھ ہے اس نے تخلیق کیا ہے اور اس کے متعلق وہی جانتا ہے کہ آیا وہ نر ہے یا مادہ' اس لیے اس پر مقرر کردہ فرشتہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے لڑکا یا لڑکی؟ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔'' یعنی دین اور دنیا کی کمائی میں سے ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ ''اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی۔'' بلکہ یہ تمام علم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مختص ہے۔ ان مذکورہ چیزوں کا علم مخصوص کرنے کے بعد بیان فرمایا کہ اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے' اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی امور' تمام چھپی ہوئی اور تمام اسرار نہاں سے باخبر اور ان کو جانتا ہے۔ یہ اس کی حکمت کاملہ ہے کہ اس نے پانچ چیزوں کا علم بندوں سے چھپا رکھا ہے کیونکہ اس کے اندر ان کے مصالح پنہاں ہیں۔ صاحب تدبر پر یہ چیز مخفی نہیں۔

تفسیر سورۃ السجدہ

سُوْرَةُ السَّجْدَة (۳۲) مَكِّيَّةٌ (۷۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۳۰
رُكُوْعَاتُهَا ۳

الٓـمّٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ

الٓـمّٓ ○ اتارنا کتاب کا، درانحالیکہ نہیں کوئی شک اس میں رب العالمین کی طرف سے ہے ○ کیا وہ کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ

کہ خود گھڑ لیا ہے اس (پیغمبر) نے اسے (نہیں) بلکہ وہ حق ہے آپکے رب کیطرف سے تاکہ آپ ڈرائیں ان لوگوں کو کہ نہیں آیا انکے پاس

مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾

کوئی ڈرانے والا آپ سے پہلے، شاید کہ وہ راہ پائیں ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب کریم رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جس نے اپنی نعمت کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کی ہے۔ سب سے بڑی چیز جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی ربوبیت کا فیضان کیا ہے، یہی کتاب کریم ہے۔ اس میں ہر وہ چیز موجود ہے، جو ان کے احوال کو درست اور ان کے اخلاق کی تکمیل کرتی ہے۔ اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں، بایں ہمہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے ظالم کہتے ہیں کہ اس کتاب کو محمد (ﷺ) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے انکار کی سب سے بڑی جسارت اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر سب سے بڑے جھوٹ کا بہتان لگانا ہے، نیز یہ بہتان لگانا ہے کہ مخلوق بھی خالق کے کلام جیسا کلام تخلیق کرنے پر قادر ہے۔

مذکورہ بالا باتوں میں سے ہر ایک بات بہت بڑا جرم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول ''اس کو محمد (ﷺ) نے گھڑا ہے۔'' کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ هُوَ الْحَقُّ﴾ ''بلکہ یہ حق ہے'' جس کے سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب کریم قابل تعریف اور دانا ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہے ﴿مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے۔'' جس نے اسے اپنے بندوں پر رحمت کے طور پر نازل کیا ہے ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے ڈرانے (متنبہ کرنے) والا نہیں آیا۔'' یعنی رسول کے بھیجے جانے اور کتاب کے نازل کیے جانے کی انہیں سخت ضرورت ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا...... بلکہ یہ لوگ اپنی جہالت میں سرگرداں اور اپنی گمراہی کے اندھیروں میں مارے مارے پھرتے ہیں، لہٰذا ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ﴿لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾ شاید کہ یہ گمراہی کو چھوڑ کر راہ راست پر گامزن ہوں اور اس طرح حق کو پہچان کر اس کو ترجیح دیں۔

یہ تمام امور جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، ان کی تکذیب کے متناقض ہیں۔ یہ تمام امور ان سے ایمان اور تصدیق کامل کا تقاضا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ﴿مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''رب کائنات کی طرف سے ہے'' اور یقیناً یہ ﴿الْحَقُّ﴾ ''حق ہے'' اور حق ہر حال میں قابل قبول ہوتا ہے۔ ﴿لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾ ''اس میں کسی بھی پہلو سے کوئی

شک نہیں'' اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو شک و ریب کی موجب ہو۔ یہ کتاب کریم کوئی ایسی خبر بیان نہیں کرتی جو واقع کے غیر مطابق ہو اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہی ہے جس کے معانی میں کوئی اشتباہ ہو یا وہ مخفی ہوں نیز وہ رسالت کے سخت ضرورت مند تھے اور اس کتاب کریم میں ہر قسم کی بھلائی اور نیکی کا راستہ دکھایا گیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں' پھر وہ مستوی ہو گیا

عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

عرش پر نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی' کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟○

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ

وہ تدبیر کرتا ہے (سارے) معاملے کی آسمان سے زمین تک' پھر چڑھتا (لوٹا) ہے وہ (معاملہ) اسکی طرف ایک دن میں کہ ہے اسکی مقدار

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑥

ایک ہزار سال اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو○ وہ (مدبر ہی) ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا' نہایت غالب خوب رحم کرنیوالا○

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ

وہ جس نے اچھے طریقے سے بنایا ہر چیز کو جسے پیدا کیا اس نے اور شروع کی پیدائش انسان کی گارے سے○ پھر بنایا اس نے

نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ⑧ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ

اس کی نسل کو خلاصے (نطفے) سے ایک حقیر پانی کے○ پھر اس نے درست کیا اس (کے اعضاء) کو اور پھونکا اس میں اپنی روح سے'

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑨

اور بنائے اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل' (مگر) تھوڑا ہی ہے جو تم شکر کرتے ہو○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾ ''وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے مابین چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔'' ان میں سے پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا' حالانکہ وہ ان آسمانوں اور زمین کو ایک لمحہ میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ بہت مہربانی کرنے والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ ''پھر وہ عرش پر مستوی ہوا'' جو کہ تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ یہ عرش پہ مستوی ہونے کی کیفیت ایسی ہے جو اس کے جلال کے لائق ہے۔

﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں'' جو تمہارے معاملات میں تمہاری سرپرستی کرے ﴿ وَّلَا شَفِيْعٍ ﴾ ''اور نہ سفارش کرنے والا۔'' یعنی اگر تمہیں سزا ملے تو وہ تمہاری سفارش

کرے، ﴿ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ﴾ ”کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے“، کہ تمھیں علم ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا‘ جو عرش عظیم پر مستوی ہے‘ جو تمھاری تدبیر اور تمھاری سرپرستی میں یکتا ہے اور تمام تر شفاعت کا وہی مالک ہے‘ اس لیے عبادت کی تمام انواع کا وہی مستحق ہے۔

﴿ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ﴾ امر کونی و قدری اور امر دینی و شرعی کی تمام تدابیر وہ اکیلا ہی کرتا ہے اور تمام تدابیر قادر مطلق بادشاہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں ﴿ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ ”آسمان سے زمین کی طرف۔“ پس وہ ان تدابیر کے ذریعے سے کسی کو سعادت مند بناتا ہے اور کسی کو بدبختی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے‘ کسی کو دولت مند بنا دیتا ہے اور کسی کے نصیب میں فقر و فاقہ لکھ دیتا ہے‘ کسی کو عزت سے نوازتا ہے اور کسی کو ذلت دیتا ہے‘ کسی کو اکرام و تکریم سے بہرہ مند کرتا ہے اور کسی کے دامن میں رسوائی ڈال دیتا ہے‘ کچھ قوموں کو رفعت اور عروج سے سرفراز کرتا ہے اور کچھ قوموں کو زوال کی پستیوں میں گرا دیتا ہے اور وہی آسمانوں سے رزق نازل کرتا ہے۔

﴿ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ ﴾ ”پھر وہ اس کی طرف چڑھ جاتا ہے۔“ یعنی امر اس کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اسی کی طرف چڑھ جاتا ہے ﴿ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ ”ایک روز میں جس کا اندازہ تمھارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگا۔“ یعنی یہ امر عروج کر کے‘ ایک لمحہ میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ ”وہ“ یعنی جس نے بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا‘ جو عرش عظیم پر مستوی ہے اور اکیلا ہی اپنی مملکت کی تدبیر کرتا ہے ﴿ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴾ ”پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، غالب، رحم کرنے والا ہے۔“ پس اس نے اپنی وسعت علم‘ اپنے کامل غلبے اور اپنی بے پایاں رحمت کی بنا پر ان مخلوقات کو وجود بخشا اور ان میں بے شمار فائدے ودیعت کیے اور ان کی تدبیر کرنا اس کے لیے مشکل نہیں۔

﴿ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴾ تمام مخلوق کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدا کیا‘ اسے بہترین تخلیق عطا کی۔ اس نے ہر مخلوق کو ایسی تخلیق عطا کی جو اس کے لائق اور اس کے ماحول کے موافق ہے اور یہ عام ہے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے فضل و شرف کی بنا پر اس کی تخلیق کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴾ ”اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔“ یہ ابتدا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ہوئی۔

﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ ﴾ ”پھر کیا اس کی نسل کو“ یعنی ذریت آدم کی پیدائش کو ﴿ مِنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴾ گندے اور کمزور نطفہ سے ﴿ ثُمَّ سَوّٰىهُ ﴾ پھر اس کا گوشت پوست‘ اس کے اعضا‘ اس کے اعصاب اور اس کی شریانوں کے نظام کو درست طور پر بنایا‘ اسے بہترین تخلیق و ہیئت سے سرفراز کیا اس کے ہر ہر عضو کو ایسے مقام پر رکھا جس کے سوا کوئی اور مقام اس کے لائق نہ تھا۔ ﴿ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ﴾ ”اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے اندر روح پھونکتا ہے تب وہ جمادات کی شکل سے نکل

کر زندگی سے بہرہ ور انسان بن جاتا ہے۔ ﴿ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ﴾ اور وہ تمہیں آہستہ آہستہ تمام منفعتیں عطا کرتا رہا حتیٰ کہ تمہیں سماعت و بصارت کی مکمل صلاحیتوں سے نواز دیا ﴿ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اور دل (بنائے) مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو'' اس ہستی کا جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورت گری کی۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ
اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم گم ہو جائینگے زمین میں تو کیا ہم بیشک البتہ نئی پیدائش میں (ظاہر) ہونگے؟ (نہیں) بلکہ وہ تو ملاقات ہی سے
رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ⑩ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ
اپنے رب کی انکار کرنے والے ہیں ○ کہہ دیجیے: فوت کرتا ہے تم کو فرشتہ موت کا وہ جو مقرر کیا گیا ہے تم پر،
ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑪ ع
پھر اپنے رب ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

قیامت کو بعید سمجھتے ہوئے اس کی تکذیب کرنے والوں نے کہا: ﴿ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ﴾ جب ہم بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو کر زمین میں ایسی ایسی جگہوں میں بکھر جائیں گے جن کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوگا ﴿ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴾ تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ ان کے خیال میں یہ بعید ترین چیز ہے اور ایسا خیال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خالق کائنات کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرتے ہیں اور ان کا یہ کلام تلاش حقیقت کی خاطر نہیں، بلکہ یہ تو ظلم، عناداً اپنے رب کی ملاقات سے انکار اور کفر پر مبنی ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے انکار کرتے ہیں۔'' ان کے کلام ہی سے ان کی غرض و غایت معلوم ہو جاتی ہے ورنہ اگر ان کا مقصد بیان حق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسے قطعی دلائل بیان کرتا جو بصیرت کے لیے اتنے ہی نمایاں ہوتے جتنا بصارت کے لیے سورج۔ ان کے لیے یہی جان لینا کافی ہے کہ ان کو عدم سے وجود میں لایا گیا۔ ابتدا کی نسبت اس کا اعادہ آسان تر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین پر بارش برساتا ہے، زمین اپنی موت کے بعد جی اٹھتی ہے اور اپنے اندر بکھرے ہوئے بیجوں کو اگاتی ہے۔

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔'' یعنی ارواح کا قبض کرنا جس کے سپرد کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ مددگار فرشتے بھی ہیں۔ ﴿ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ تم نے قیامت کا انکار کیا ہے اس لیے دیکھو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے۔

وَ لَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا

اور اگر آپ دیکھیں جب مجرم لوگ جھکائے ہوئے ہونگے سر اپنے نزدیک اپنے رب کے (تو کہیں گے:) اے ہمارے رب! دیکھ لیا ہم نے

وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ

اور سن لیا ہم نے پس واپس بھیج ہمیں کریں ہم نیک عمل بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں ○ اور اگر ہم چاہتے تو دے دیتے ہم ہر

نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

نفس کو ہدایت اس کی لیکن ثابت ہوگیا قول (وعدہ) میری طرف سے کہ البتہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو جنوں

وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝۱۳ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ

اور انسانوں سب سے ○ پس چکھو تم (عذاب) بوجہ اسکے جو بھلائے رکھا تم نے ملاقات کو اپنے اس دن کی بیشک (آج) بھلا دیا ہم نے تم کو

وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

اور چکھو تم عذاب ہمیشہ کا بہ سبب اس کے جو تھے تم عمل کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے روز ان کے اپنی طرف لوٹنے کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد اپنے حضور ان کی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ لَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ دیکھیں جب کہ گناہ گار'' جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کیا ﴿نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ خشوع وخضوع اور انکساری کے ساتھ سرنگوں ہو کر اپنے جرائم کا اقرار کرتے ہوئے واپس لوٹائے جانے کی درخواست کر کے عرض کریں گے: ﴿رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔'' یعنی تمام معاملہ ہمارے سامنے واضح ہو گیا ہم نے اسے عیاں طور پر دیکھ لیا اور ہمارے لیے عین الیقین بن گیا۔ ﴿فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' یعنی جن حقائق کو ہم جھٹلایا کرتے تھے اب ہمیں ان کا یقین آ گیا ہے، تو آپ بہت برا معاملہ، ہولناک حالات، خائب وخاسر لوگ اور نامقبول دعائیں دیکھیں گے کیونکہ مہلت کا وقت تو گزر چکا۔

اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر ہے کہ وہ ان کے اور کفر ومعاصی کے درمیان سے نکل گیا۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔'' یعنی ہم تمام لوگوں کو ہدایت سے نواز کر ہدایت پر جمع کر دیتے۔ ہماری مشیئت ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے مگر ہماری حکمت یہ نہیں چاہتی کہ تمام لوگ ہدایت پر جمع ہوں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ﴾ ''لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے۔'' یعنی میرا حکم واجب ہو گیا اور اس طرح ثابت ہو گیا کہ اس میں تغیر کا کوئی گزر نہیں ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ ''کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔'' یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا جس سے کوئی مفر نہیں۔ اس کے اسباب، یعنی کفر ومعاصی ضرور متحقق ہوں گے۔

﴿فَذُوۡقُوۡا بِمَا نَسِیۡتُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِكُمۡ هٰذَا﴾ ”پس چکھو تم (عذاب) اس دن کی ملاقات کو بھول جانے کی وجہ سے۔“ یعنی ان مجرموں سے کہا جائے گا‘ جن پر ذلت طاری ہو چکی ہوگی اور دنیا کی طرف لوٹائے جانے کی درخواست کر رہے ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کی تلافی کر سکیں واپس لوٹنے کا وقت چلا گیا‘ اب عذاب کے سوا کچھ باقی نہیں‘ لہٰذا اب تم دردناک عذاب کا مزا چکھو‘ اس پاداش میں کہ تم نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا۔ نسیان کی یہ قسم نسیان ترک ہے‘ یعنی تم نے اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرا اور اس کی خاطر عمل کو ترک کر دیا گویا کہ تم سمجھتے تھے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے نہ اس سے ملاقات کرنی ہے۔ ﴿اِنَّا نَسِیۡنٰكُمۡ﴾ ”بے شک ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا۔“ یعنی ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا۔ یہ جزا تمہارے عمل کی جنس میں سے ہے۔ جس طرح تم نے بھلائے رکھا اس طرح تمہیں بھی بھلا دیا گیا۔ ﴿وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ﴾ کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب کا مزا چکھو کیونکہ جب عذاب کی مدت اور انتہا مقرر ہو تو اس میں کسی حد تک تخفیف کا پہلو پایا جاتا ہے‘ رہا جہنم کا عذاب...... اللہ تعالیٰ اس عذاب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے...... تو اس عذاب میں کوئی راحت ہوگی نہ ان پر یہ عذاب کبھی منقطع ہوگا۔ ﴿بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ”تمہارے اعمال کی وجہ سے۔“ یعنی کفر‘ فسق اور معاصی کی پاداش میں۔

اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ

بیشک ایمان لاتے ہیں ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ کہ جب نصیحت کیے جاتے ہیں وہ ان کی تو گر پڑتے ہیں وہ سجدہ کرتے ہوئے اور وہ تسبیح کرتے ہیں حمد کیساتھ

رَبِّهِمۡ وَ هُمۡ لَا یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۱۵﴾ السجدة تَتَجَافٰی جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ یَدۡعُوۡنَ

اپنے رب کی اور وہ نہیں تکبر کرتے ○ علیحدہ رہتے ہیں ان کے پہلو خواب گاہوں سے‘ وہ پکارتے ہیں

رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ

اپنے رب کو خوف سے اور امید کرتے ہوئے اور کچھ اس میں سے جو ہم نے انہیں رزق دیا‘ وہ خرچ کرتے ہیں ○ پس نہیں جانتا کوئی نفس وہ جو

اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۷﴾

چھپا رکھی گئی ہے ان کے لیے ٹھنڈک آنکھوں کی‘ بدلہ (دینے کے لیے) ان کا جو تھے وہ عمل کرتے ○

السجدة ۹

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عذاب کا ذکر کرنے کے بعد‘ جو اس نے اپنی آیتوں کا انکار کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے‘ اہل ایمان کا ذکر فرمایا اور ان کے ثواب کا وصف بیان کیا‘ جو ان کے لیے تیار کیا ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا﴾ یعنی جو ہماری آیتوں پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں اور جن میں ایمان کے شواہد پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں ﴿الَّذِیۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا﴾ جن کے سامنے جب قرآن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے‘ رسولوں کے توسط سے ان کے پاس نصیحتیں آتی ہیں‘ انہیں یاددہانی کرائی جاتی ہے تو وہ اسے غور سے سنتے ہیں‘ ان کو قبول کرکے

ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ﴿ خَرُّوْا سُجَّدًا ﴾ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے ذکر الٰہی کے خضوع اور اس کی معرفت کی فرحت کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں ﴿ وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔'' وہ اپنے دلوں میں تکبر رکھتے ہیں نہ بدن سے اس کا اظہار کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل نہ کریں بلکہ اس کے برعکس وہ آیات الٰہی کے سامنے سرافگندہ ہو جاتے ہیں ان کو انشراح صدر اور تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کرتے ہیں ان کے ذریعے سے رب رحیم کی رضا حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔

﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ﴾ ان کے پہلو نہایت بے قراری سے ان کے آرام دہ بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں اور وہ ایسی چیز میں مصروف رہتے ہیں جو ان کے نزدیک ان آرام دہ بستروں سے زیادہ لذیذ اور زیادہ محبوب ہے۔ اس سے مراد رات کے وقت نماز اور اللہ سے مناجات ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ دینی اور دنیاوی مصالح کے حصول اور دینی اور دنیاوی نقصانات کو روکنے کے لیے اپنے رب کو پکارتے ہیں ﴿ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ﴾ خوف اور امید دونوں اوصاف کو یکجا کر کے اس خوف کے ساتھ کہ کہیں ان کے اعمال ٹھکرا نہ دیے جائیں اور اس امید کے ساتھ کہ ان کے اعمال کو شرف قبولیت حاصل ہو جائے گا، نیز اس خوف سے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں نہ آ جائیں اور اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔

﴿ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ﴾ ''اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے'' خواہ وہ تھوڑا رزق ہو یا زیادہ ﴿ يُنْفِقُوْنَ ﴾ ''خرچ کرتے ہیں۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور نہ اس شخص پر کوئی قید لگائی ہے جس پر خرچ کیا جائے تاکہ آیت کریمہ عموم پر دلالت کرے، لہٰذا اس میں تمام نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ، کفارات، اہل وعیال اور اقارب وغیرہ پر خرچ کرنا اور نفقات مستحبہ بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا شامل ہے۔ مالی طور پر احسان کرنا مطلقاً نیکی ہے خواہ کسی محتاج کے ساتھ یہ احسان کیا جائے یا کسی مال دار کے ساتھ، اقارب کے ساتھ کیا جائے یا اجنبیوں کے ساتھ، مگر اس احسان کے افادے میں تفاوت کے مطابق اجر میں تفاوت ہوتا ہے۔

یہ تو ہے ان کا عمل، رہی اس کی جزا تو فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ ﴾ یہاں سیاق نفی میں نکرہ کا استعمال ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں تمام مخلوق کے نفوس شامل ہیں یعنی کوئی نہیں جانتا ﴿ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ ''کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی گئی ہے۔'' یعنی خیر کثیر، بے شمار نعمتیں، فرحت و سرور اور لذتیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان پر فرمایا: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی اس کا خیال

آیا ہے۔''① جس طرح وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے رہے' اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے' انہوں نے اپنے عمل کو چھپایا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے عمل ہی کی جنس سے جزا عطا کی ہے اس لیے ان کے اجر کو چھپا دیا' اسی لیے فرمایا: ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہ اعمال کی جزا ہے جو وہ کرتے رہے ہیں۔''

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

کیا پس وہ شخص جو ہے مومن' مانند اس شخص کی ہے جو ہے فاسق؟ نہیں وہ برابر ہو سکتے ○ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑲ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا

نیک تو ان کے لئے ہیں باغات رہنے کے' بطور مہمانی بدلہ (میں) ان کے جو تھے وہ کرتے ○ اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے فسق کیا'

فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ

تو ان کا ٹھکانا آگ ہے' جب بھی ارادہ کریں گے وہ یہ کہ نکلیں وہ اس سے تو لوٹا دیے جائیں گے اسی میں اور کہا جائے گا ان سے

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑳

چکھو تم عذاب آگ کا' وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ' دو متفاوت اور متباین چیزوں کے درمیان عدم مساوات کے بارے میں عقل انسانی کو متنبہ کرتا ہے' جن کے درمیان عدم مساوات متحقق ہے۔ نیز آگاہ کرتا ہے کہ ان کے درمیان عدم مساوات اس کی حکمت کا تقاضا ہے' اس لیے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا﴾ ''کیا وہ جو مومن ہو'' یعنی جس کا قلب نور ایمان سے منور اور اس کے جوارح شریعت کے تابع ہیں' نیز اس کا ایمان اپنے آثار اور ان امور کو ترک کرنے کے موجب کا تقاضا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں جن کا وجود ایمان کے لیے ضرر رساں ہے۔ ﴿كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا﴾ ''اس کی مثل ہے جو فاسق ہے''، جس کا قلب غیر آباد اور ایمان سے خالی ہے اور اس کے اندر کوئی دینی داعیہ موجود نہیں، اس لیے اس کے جوارح جلدی سے ظلم اور جہالت کے موجبات کی وجہ سے ہر قسم کے گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے فسق کے سبب سے اپنے رب کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ ﴿لَا يَسْتَوٗنَ﴾ عقلاً اور شرعاً کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جس طرح دن اور رات' روشنی اور تاریکی برابر نہیں ہوتے اسی طرح قیامت کے روز مومن اور فاسق کا ثواب بھی برابر نہیں ہوگا۔

﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے۔'' یعنی جو فرائض اور نوافل ادا کرتے ہیں ﴿فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى﴾ ''تو ان کے رہنے کے لیے باغ ہیں۔'' یعنی وہ

① صحيح البخاري' التفسير' باب قوله: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ......﴾ (السجدة:۳۲/۱۷) حديث:۴۷۷۹ و صحيح مسلم' الجنة و صفة نعيمها و أهلها' باب صفة الجنة' حديث:۲۸۲۴۔

جنتیں جو لذتوں کا ٹھکانا' خوبصورت چیزوں کا گھر' مسرتوں کا مقام' نفوس اور قلب و روح کے لیے نعمت' ہمیشہ رہنے کی جگہ' بادشاہ معبود کے جوار رحمت' اس کے قرب سے متمتع ہونے' اس کے چہرے کا دیدار کرنے اور اس کا خطاب سننے کا مقام ہیں ﴿ نُزُلًا ﴾ یہ سب نعمتیں ان کی ضیافت اور مہمانی کے لیے ہوں گی ﴿ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''ان اعمال کی وجہ سے ہے جو وہ کرتے رہے۔'' پس وہ اعمال جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا' انھی اعمال نے ان کو ان عالی شان منزلوں تک پہنچایا ہے' جہاں مال و دولت' لشکر' خدام اور اولاد کے ذریعے سے تو کیا جان و روح کو کھپا کر بھی نہیں پہنچا جا سکتا اور نہ ایمان اور عمل صالح کے بغیر کسی دوسری چیز کے ذریعے سے ان منزلوں کے قریب ہی پہنچا جا سکتا ہے۔

﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ﴾ ''اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کے رہنے کے لیے دوزخ ہے۔'' یعنی ان کا دائمی مستقر اور ٹھکانا جہنم ہوگا جہاں ہر نوع کا عذاب اور ہر قسم کی بدبختی جمع ہوگی اور وہ ان سے ایک گھڑی کے لیے بھی علیحدہ نہ ہوگا۔ ﴿ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ﴾ عذاب کی انتہائی شدت کی وجہ سے جب کبھی وہ نکلنے کا ارادہ کریں گے' انھیں دوبارہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا' ان سے آرام اور چین رخصت ہو جائے گا اور غم اور رنج و ملال ان پر شدت اختیار کر جائے گا۔ ﴿ وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو۔'' یہ جہنم کا عذاب ہے جہاں ان کا ٹھکانا ہوگا' رہا وہ عذاب جو اس سے پہلے اور اس کا مقدمہ تھا' یعنی عذاب برزخ تو اس کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان کو عذابِ ادنیٰ پہلے عذابِ اکبر سے' تاکہ وہ (ہماری طرف) لوٹیں ○

ہم رسول کی تکذیب کرنے والے فاسقوں کو نمونے کے طور پر کم تر عذاب کا مزا چکھائیں گے اور وہ برزخ کا عذاب ہے۔ پس ہم برزخ کے عذاب کا کچھ مزا ان کے مرنے سے پہلے انھیں چکھائیں گے اس سے مراد قتل وغیرہ کا عذاب ہے' جیسے غزوہ بدر میں مشرکین کو قتل کیا گیا یا اس سے مراد موت کے وقت کا عذاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس کا ذکر آتا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ (الأنعام: ۹۳/۶) ''اور کاش آپ دیکھتے' جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے عذاب کے لیے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے' (اور کہہ رہے ہوں گے) نکالو اپنی جانیں' آج تمھیں رسوا کن عذاب کی سزا دی جائے گی۔''

پھر برزخ میں ان کا یہ کم تر عذاب مکمل ہو جائے گا۔ یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے واضح دلائل میں شمار ہوتی

ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى ﴾ اور ہم انہیں قریب کے کم تر عذاب میں سے چکھائیں گے یعنی اس عذاب کا کچھ حصہ' لہٰذا یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ ''عذاب اکبر'' یعنی جہنم کے عذاب سے پہلے بھی ان کو عذاب ادنیٰ میں مبتلا کیا جائے گا۔

چونکہ عذاب ادنیٰ کا مزا جو انہیں دنیا میں چکھایا جائے گا' بسا اوقات اس سے موت واقع نہیں ہوتی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ انہیں عذاب ادنیٰ کا مزا اس لیے چکھاتا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الروم: ۴۱/۳۰) ''بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے' تاکہ وہ ان کو مزا چکھائے ان کے بعض اعمال کا' شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔''

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے کہ نصیحت کیا گیا وہ ساتھ آیات کے اپنے رب کی' پھر اس نے اعراض کیا ان سے

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۱۵

بلاشبہ ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ○

یعنی اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور زیادتی کرنے والا کون ہو سکتا ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی گئی ہو جنہیں اس کے رب نے اس کے پاس پہنچایا ہو اور وہ اپنے رسولوں کے ہاتھوں پر اپنی ربوبیت کا فیضان اور اپنی نعمت کی تکمیل کرنا چاہتا ہو۔ وہ آیات اسے اس کے دینی اور دنیاوی مصالح کے بارے میں نصیحت کرتی اور حکم دیتی ہیں' اسے دینی اور دنیاوی ضرر رساں امور سے روکتی ہیں۔ وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ان کو ایمان و تسلیم اور شکر و اطاعت کے ساتھ قبول کیا جائے' مگر اس ظالم نے ایسے طریقے سے ان آیات کا استقبال کیا جو ان کے لائق نہ تھا۔ یہ ظالم ان پر ایمان لایا نہ ان کی پیروی کی بلکہ ان سے اعراض کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دیا اور ان کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا یہ ان مجرموں میں سب سے بڑا مجرم ہے جو سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں، بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ ''بے شک ہم گناہ گاروں سے بدلہ لینے والے ہیں۔''

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب' پس نہ ہوں آپ شک میں اس (موسیٰ) کی ملاقات سے' اور کیا ہم نے اس (تورات) کو ہدایت (کا ذریعہ)

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۬

واسطے بنی اسرائیل کے ○ اور بنائے ہم نے کچھ ان میں سے پیشوا' وہ رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے' جب انہوں نے صبر کیا

وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

اور تھے وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ○ بلاشبہ آپ کا رب، وہ (ہی) فیصلہ کرے گا درمیان ان کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

دن قیامت کے اس (معاملے) میں کہ تھے وہ اس میں اختلاف کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنی ان آیات کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کو نصیحت کی، اور وہ قرآن مجید ہے جو اس نے نبی مصطفیٰ حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا، تو اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ یہ قرآن کوئی انوکھی کتاب ہے نہ اس کتاب کو لانے والا رسول کوئی انوکھا رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جو کہ تورات ہے وہ قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے، دونوں کا حق ایک دوسرے کے مطابق اور موافق ہے اور دونوں کی دلیل ثابت ہے ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ﴾ ”پس آپ اس کے ملنے سے شک میں نہ پڑنا“ کیونکہ حق کے دلائل و براہین ثابت ہو چکے ہیں اس لیے شک و شبہے کا کوئی مقام نہیں۔

﴿وَ جَعَلْنٰهُ﴾ ”اور ہم نے اس کو بنایا“ یعنی اس کتاب کو جو ہم نے موسیٰ کو عطا کی ﴿هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ”بنی اسرائیل کے لیے ہدایت۔“ یعنی وہ اپنے دین کے اصول و فروع میں اس کتاب سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اس کی شریعت اور قوانین صرف اسرائیلیوں کے لیے اور اس زمانے کے مطابق تھے...... رہا یہ قرآن کریم تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے تمام انسانوں کے لیے ہدایت بنایا ہے کیونکہ یہ اپنے کامل اور عالی شان ہونے کی بنا پر قیامت تک کے لیے تمام مخلوق اور ان کے دینی اور دنیاوی امور میں راہنمائی عطا کرتا ہے۔ ﴿وَ اِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الزخرف: ۴/۴۳) ”اور بے شک یہ لوح محفوظ میں درج ہے جو ہمارے ہاں بہت عالی مرتبہ، حکمت والی کتاب ہے۔“

﴿وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ﴾ ”اور ہم نے ان میں سے بنائے“ یعنی بنی اسرائیل میں سے ﴿اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ ایسے علماء جو شریعت اور ہدایت کے راستوں کا علم رکھتے تھے۔ وہ خود ہدایت یافتہ تھے اور اس ہدایت کے ذریعے سے دوسروں کی راہنمائی کرتے تھے۔ جو کتاب ان کی طرف نازل کی گئی وہ سراسر ہدایت تھی اور اس پر ایمان رکھنے والے دو اقسام میں منقسم تھے:

(۱) ائمہ، جو اللہ کے حکم سے راہنمائی کرتے تھے۔

(۲) جو ان ائمہ سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔

پہلی قسم کے لوگ انبیاء و رسل کے بعد سب سے بلند درجے پر فائز ہیں اور یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ یہ بلند درجہ

انہیں اس لیے حاصل ہوا کہ انہوں نے تعلیم و تعلم، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کے راستے میں پیش آنے والی اذیتوں پر صبر کیا اور نفوس کو معاصی اور شہوات سے روکا۔ ﴿ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ اور وہ آیات الٰہی پر ایمان میں درجۂ یقین پر پہنچ چکے تھے۔ یقین سے مراد وہ علم تام ہے جو عمل کا موجب ہے۔ وہ درجۂ یقین پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے صحیح طریقے سے علم حاصل کیا اور ان دلائل کے ذریعے سے مسائل کو اخذ کیا جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ وہ مسائل سیکھتے رہے اور کثرت دلائل سے ان پر استدلال کرتے رہے یہاں تک کہ وہ درجۂ یقین پر پہنچ گئے۔ پس صبر اور یقین کے ذریعے سے دین میں امامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

کچھ مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں بنی اسرائیل میں اختلاف واقع ہوا ان میں سے کچھ لوگ صحیح راہ پر تھے اور کچھ عمداً یا غیر ارادی طور پر راہ صواب سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ''وہ ان کے درمیان ان باتوں میں جن کے متعلق وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔'' اور یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے کچھ مسائل کا ذکر کرتا ہے جس کی تصدیق قرآن کریم میں موجود ہے، وہی حق ہے، اس کے علاوہ وہ تمام اقوال جو اس کے خلاف ہیں، باطل ہیں۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

کیا نہیں واضح ہوا ان کے لیے کہ کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے امتیں، چلتے (پھرتے) ہیں وہ ان کے گھروں میں؟

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ

بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں، کیا پس وہ نہیں سنتے؟ ○ کیا نہیں دیکھا انہوں نے، بے شک ہم ہانک لے جاتے ہیں پانی

اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ

طرف چٹیل زمین کی، پس نکالتے ہیں ہم اس کے ذریعے سے کھیتی، کھاتے ہیں اس سے چوپائے ان کے

وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

اور وہ خود بھی، کیا پس وہ نہیں دیکھتے؟ ○

کیا رسول (ﷺ) کی تکذیب کرنے والے ان کفار پر واضح نہیں ہوا اور انہیں راہ صواب نہیں ملی کہ ﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ ﴾ ''ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا'' جو ان کی گمراہی کے مسلک پر گامزن تھے۔ ﴿ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ﴾ ''ان کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں'' اور وہ عیاں طور پر ان کے مساکن کا مشاہدہ کرتے ہیں، مثلاً قوم ہود، قوم صالح اور قوم لوط کے مساکن۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ﴾ ''بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں'' جن کے ذریعے سے وہ رسولوں کی صداقت اور شرک اور شر پر مبنی اپنے موقف کے بطلان پر استدلال کر سکتے ہیں، نیز جو ان جیسے کرتوت کرے گا اس کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا جو ان

لوگوں کے ساتھ ہوا تھا، نیز وہ اس پر بھی استدلال کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا اور حشر کے لیے ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ ﴿ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴾ ''کیا وہ سنتے نہیں ہیں۔'' کیا وہ آیات الٰہی کو سن کر یاد نہیں رکھتے کہ ان سے فائدہ اٹھائیں؟ اگر ان کی سماعت صحیح ہوتی اور وہ عقل سلیم سے بہرہ مند ہوتے تو اس حالت پر کبھی بھی قائم نہ رہتے جس میں ہلاکت یقینی ہے۔

﴿ اَوَ لَمْ یَرَوْا ﴾ کیا انہوں نے اپنی کھلی آنکھوں کے ساتھ ہماری نعمت اور ہماری حکمت کاملہ کا مشاہدہ نہیں کیا؟ ﴿ اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ ﴾ ''ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔'' یعنی اس زمین کی طرف جو بے آب وگیاہ ہے اللہ تعالیٰ بارش کو لاتا ہے جو اس سے قبل موجود نہ تھی وہ اس زمین پر بادل برساتا ہے یا دریاؤں سے اسے سیراب کرتا ہے۔ ﴿ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا ﴾ پس ہم اس پانی کے ذریعے سے مختلف انواع کی نباتات اگاتے ہیں ﴿ تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ ﴾ ''جس میں سے ان کے چوپائے کھاتے ہیں۔'' اس سے مراد مویشیوں کا چارہ ہے ﴿ وَاَنْفُسُهُمْ ﴾ ''اور وہ خود بھی'' اس سے مراد آدمیوں کا کھانا ہے۔

﴿ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴾ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو دیکھتے نہیں جس کے ذریعے سے اس نے زمین اور بندوں کو زندگی بخشی؟ اگر وہ دیکھتے تو انہیں صاف نظر آتا اور اس بصارت اور بصیرت کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی حاصل کرتے، مگر ان پر اندھا پن غالب اور غفلت چھائی ہوئی ہے لہٰذا انہوں نے اس بارے میں عقل مند کی طرح نہیں دیکھا۔ بس انہوں نے اس کو غفلت کی نظر سے اور محض عادت کے طور پر دیکھا، اس لیے انہیں بھلائی کی توفیق نہیں ملی۔

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ

اور وہ کہتے ہیں، کب ہوگا یہ فیصلہ، اگر ہو تم سچے؟ ○ کہہ دیجیے: دن فیصلے کے نہیں نفع دے گا

الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، ایمان لانا ان کا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے ○ پس آپ منہ پھیر لیں ان سے

وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اور انتظار کریں، بلاشبہ وہ بھی منتظر ہیں ○

یعنی مجرم جہالت اور عناد کی بنا پر عذاب میں جلدی مچاتے ہیں جس کا ان کے ساتھ ان کے جھٹلانے کی پاداش میں وعدہ کیا گیا ہے۔ ﴿ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ ﴾ ''اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا؟'' جو ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور تمہارے زعم کے مطابق ہمیں عذاب میں مبتلا کر دے ﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴾ اے رسول! اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ ﴿ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ فیصلے کے دن'' یعنی جس روز تمہیں عذاب

دیا جائے گا تم اس روز سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔ اگر تمہیں ایمان حاصل ہو جائے تو تمہیں مہلت کا ملنا ممکن ہے تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے تم اس کی تلافی کر لو کیونکہ یقینی طور پر معاملہ ابھی تک تمہارے ہاتھ میں ہے۔ مگر جب فیصلے کا دن آئے گا تو تمام معاملہ ختم ہو جائے گا اور امتحان و ابتلا کا کوئی موقع باقی نہیں رہے گا' اس وقت ﴿لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِیْمَانُهُمْ﴾ ''کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔'' کیونکہ اس ایمان کی حیثیت اضطراری ایمان کی سی ہوگی۔ ﴿وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾ اور نہ ان کو کوئی مہلت دی جائے گی کہ عذاب کو مؤخر کر دیا جائے اور یہ اپنے معاملے کو سدھار لیں۔

﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''پس آپ ان سے اعراض کریں۔'' جب ان کا خطاب جہالت کی حدود کو چھونے لگے اور وہ عذاب کے لیے جلدی مچانے لگیں ﴿وَ انْتَظِرْ﴾ اور اس عذاب کا انتظار کیجیے جو ان پر نازل ہونے والا ہے کیونکہ یہ عذاب ضرور نازل ہوگا' مگر اس کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ ﴿اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ﴾ وہ بھی آپ کے بارے میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور برے وقت کے منتظر ہیں حالانکہ اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔

تفسیر سورۃ الاحزاب

سورۃ الاحزاب (۳۳) (مدنیۃ ۹۰) — آیاتھا ۷۳ — رکوعاتھا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا

اے نبی! ڈریں اللہ سے اور نہ اطاعت کریں کافروں اور منافقوں کی' بلاشبہ اللہ ہے خوب جاننے والا'

حَكِیْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

حکمت والا ○ اور پیروی کیجیے اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے آپکی طرف آپکے رب کی طرف سے بیشک اللہ ہے' ساتھ اس کے

تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾

جو تم کرتے ہو' خوب خبردار ○ اور توکل کیجیے اوپر اللہ کے اور کافی ہے اللہ کارساز ○

یعنی اے وہ ہستی! جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور اپنی وحی کے لیے چن لیا اور تمام مخلوق پر فضیلت بخشی' اپنے اوپر اپنے رب کی اس نعمت پر تقویٰ کے ذریعے سے اس کا شکر ادا کیجیے جس کے دوسروں کی نسبت آپ زیادہ مستحق ہیں اور اسے اختیار کرنا دوسروں کی نسبت آپ پر زیادہ فرض ہے۔ اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیجیے' اس کے پیغامات کی تبلیغ کیجیے' اس کے بندوں تک اس کی وحی کو پہنچائیے اور تمام مخلوق کی خیر خواہی کیجیے کوئی آپ کو آپ کے مقصد سے ہٹا سکے نہ آپ کی راہ کو کھوٹی کر سکے اور کسی کافر کی اطاعت نہ کیجیے جس نے اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے عداوت ظاہر کی ہو اور نہ کسی منافق کی اطاعت کیجیے کیونکہ اس نے تکذیب اور کفر کو اپنے باطن میں چھپا رکھا ہے اور ان کے برعکس تصدیق و ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ بس یہی لوگ ہیں جو حقیقی دشمن ہیں، لہٰذا بعض معاملات میں جو تقویٰ کے متناقض ہیں ان کی بات نہ مانیے اور ان کی خواہشات نفس کی پیروی نہ کیجیے ورنہ وہ آپ کو راہ صواب سے ہٹا دیں گے۔

﴿ وَّ ﴾ ''اور'' لیکن ﴿ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ﴾ ''جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کی جاتی ہے اسی کی اتباع کیجیے۔'' کیونکہ یہی ہدایت اور رحمت ہے اس کی پیروی کر کے اپنے رب کے ثواب کی امید رکھیے کیونکہ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی اپنے علم کے مطابق جزا دے گا۔

اگر آپ کے دل میں یہ بات ہو کہ آپ نے ان کی گمراہ کن خواہشات نفس کی پیروی نہ کی تو آپ کو ان سے کوئی نقصان پہنچ جائے گا یا مخلوق کی ہدایت میں نقص واقع ہو جائے گا تو اس خیال کو اپنے دل سے نکال پھینکیے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ ان کے شر سے سلامتی اور اقامت دین میں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اپنے رب پر اس شخص کی مانند اعتماد کیجیے جو اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا، جو موت پر اختیار رکھتا ہے نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس امر کے حصول کے بارے میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔

﴿ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴾ ''اور اللہ کافی کارساز ہے۔'' اس لیے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دیجیے وہ ان کا اس طریقے سے انتظام کرے گا جو بندے کے لیے سب سے زیادہ درست ہوگا، پھر وہ ان مصالح کو اپنے بندے تک پہنچانے کی پوری قدرت رکھتا ہے جبکہ بندہ ان پر قادر نہیں۔ وہ اپنے بندے پر اس سے بھی کہیں زیادہ رحم کرتا ہے جتنا بندہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے یا اس پر اس کے والدین رحم کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بندے پر ہر ایک سے زیادہ رحمت والا ہے خصوصاً اپنے خاص بندوں پر، جن پر ہمیشہ سے اس کی ربوبیت اور احسان کا فیضان جاری ہے اور جن کو اپنی ظاہری اور باطنی برکتوں سے سرفراز کیا ہے، خاص طور پر اس نے حکم دیا ہے کہ تمام امور اس کے سپرد کر دیے جائیں، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی تدبیر کرے گا۔

تب آپ نہ پوچھیں کہ ہر معاملہ کیسے آسان ہوگا، مشکلات کیسے دور ہوں گی، مصائب کیسے ختم ہوں گے، تکلیفیں کیسے زائل ہوں گی، ضرورتیں اور حاجتیں کیسے پوری ہوں گی، برکتیں کیسے نازل ہوں گی، سزائیں کیسے ختم ہوں گی اور شر کیسے اٹھا لیا جائے گا...... یہاں آپ کمزور بندے کو دیکھیں گے جس نے اپنا تمام معاملہ اپنے آقا کے سپرد کر دیا، اس کے آقا نے اس کے معاملات کا اس طرح انتظام کیا کہ لوگوں کی ایک جماعت بھی اس کا انتظام نہ کر سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے معاملات اس کے لیے نہایت آسان کر دیے جو بڑے بڑے طاقتور لوگوں

کے لیے بھی نہایت مشکل تھے۔ وباللہ المستعان.

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ

نہیں بنائے اللہ نے واسطے کسی آدمی کے دو دل اس کے سینے میں اور نہیں بنایا اس نے تمہاری بیویوں کو وہ جو ظہار کرتے ہو تم

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ

ان سے، تمہاری مائیں، اور نہیں بنایا اس نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے، یہ تمہارا کہنا ہے اپنے مونہوں سے

وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ

اور اللہ کہتا ہے حق اور وہی ہدایت دیتا ہے سیدھے راستے کی ○ پکارو تم انکو انکے باپوں کیطرف (نسبت کرکے) یہ زیادہ انصاف کی بات ہے نزدیک

اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

اللہ کے، پس اگر نہ جانو تم ○ انکے باپوں کو تو (وہ) بھائی ہیں تمہارے دین میں اور دوست ہیں تمہارے، اور نہیں ہے تم پر

جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ

کوئی گناہ اس میں جو چوک جاؤ تم اس (کے بولنے) میں لیکن (وہ گناہ ہے) جو ارادہ کیا تمہارے دلوں نے

وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

اور ہے اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے امور میں گفتگو نہ کریں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں فرمایا جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی بات ہے جو جھوٹ اور باطل ہے، جس پر شرعی برائیاں مرتب ہوتی ہیں۔ یہ ہر معاملے میں گفتگو کرنے اور کسی چیز کے وقوع و وجود کے بارے میں، جسے اللہ تعالیٰ نے نہ کیا ہو خبر دینے میں ایک عام قاعدہ ہے، مگر مذکورہ چیزوں کو ان کے کثرت وقوع اور ان کو بیان کرنے کی حاجت کی بنا پر مخصوص کیا ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ ''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔'' یہ صورت کبھی نہیں پائی جاتی۔ پس کسی کے بارے میں یہ کہنے سے بچو کہ اس کے پہلو میں دو دل ہیں ورنہ تم تخلیق الٰہی کے بارے میں جھوٹ کے مرتکب بنو گے۔

﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ﴾ ''اور (اللہ نے) نہیں بنایا تمہاری عورتوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو'' یعنی تم میں سے کسی شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا ''تو میرے لیے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یا' جیسے میری ماں'' تو نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے انہیں ﴿اُمَّهٰتِكُمْ﴾ ''تمہاری مائیں۔'' تیری ماں تو وہ ہے جس نے تجھے جنم دیا' جو تیرے لیے تمام عورتوں سے بڑھ کر حرمت وتحریم کی حامل ہے اور تیری بیوی تیرے لیے سب سے زیادہ حلال عورت ہے' تب تو دو متناقض امور کو کیسے ایک دوسرے کے مشابہ قرار دے رہا ہے جبکہ یہ ہرگز جائز نہیں جیسا

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ١ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ١ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ﴾ (المجادلۃ:۵۸/۲) ’’تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں، وہ اس طرح ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا، بلاشبہ وہ ایک جھوٹی اور بری بات کہتے ہیں۔‘‘

﴿ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ ’’اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا۔‘‘ (اَدْعِيَآءَ) دَعِیٌّ کی جمع ہے اور اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کے بارے میں کوئی شخص اپنا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے مگر وہ اس کا بیٹا نہ ہو، یا اسے متبنّیٰ ہونے کی وجہ سے بیٹا کہا جائے، جیسا کہ ایام جاہلیت اور اسلام کی ابتدا میں یہ رواج موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رواج کو ختم کرنے کا ارادہ فرمایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اس رواج کی برائی بیان کی اور واضح کیا کہ یہ باطل اور جھوٹ ہے۔ باطل اور جھوٹ کا اللہ تعالیٰ کی شریعت سے کوئی تعلق ہے نہ اللہ تعالیٰ کے بندے اس سے متصف ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو، جن کو تم بیٹا کہتے ہو یا وہ تمہارا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ حقیقت میں تمہارے بیٹے وہ ہیں جو تم میں سے ہیں اور جن کو تم نے جنم دیا ہے اور رہے دوسرے لوگ جن کے بارے میں تم اپنے بیٹے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو وہ تمہارے حقیقی بیٹوں کی مانند نہیں ہیں۔ ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ بات جو تم منہ بولے بیٹوں کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے، اس شخص کیلیے جو اس کے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، یا اس کا باپ فلاں ہے ﴿ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ﴾ ’’تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘ یعنی یہ ایسی بات ہے کہ جس کی کوئی حقیقت ہے نہ معنی۔ ﴿ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ ﴾ ’’اور اللہ حق بات کہتا ہے۔‘‘ یعنی جو صداقت اور یقین پر مبنی ہے اس لیے اس نے تمھیں اس کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اس کا قول حق اور اس کی شریعت حق ہے، تمام باطل اقوال و افعال کسی بھی لحاظ سے اس کی طرف منسوب کیے جا سکتے ہیں نہ اس کی ہدایت سے ان کا کوئی تعلق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو صرف صراط مستقیم اور صدق کے طریقوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اگر یہ اس کی مشیت کے مطابق واقع ہوا ہے تو اس کی مشیت اس کائنات میں جو بھی خیر و شر موجود ہے، سب کے لیے عام ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ حکم دیا کہ پہلی صورت کو ترک کیا جائے جو قول باطل کو متضمن ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اُدْعُوْهُمْ ﴾ ’’ان کو پکارو‘‘ یعنی اپنے منہ بولے بیٹوں کو ﴿ لِاٰبَآىِٕهِمْ ﴾ ان کے حقیقی باپوں سے منسوب کرتے ہوئے جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ ﴿ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ یہ زیادہ قرین عدل، زیادہ درست اور ہدایت کے زیادہ قریب ہے۔

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ ﴾ ’’پس اگر تم ان کے (حقیقی) باپوں کو نہیں جانتے‘‘ ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ﴾ تو وہ اللہ کے دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے موالی ہیں۔ تم انہیں اخوت ایمانی اور موالات

اسلام کی نسبت سے پکارو۔ جس شخص نے ان کو متبنیٰ بنایا ہے اس کے لیے اس دعویٰ کو ترک کرنا حتمی ہے۔ یہ دعویٰ جائز نہیں۔

رہا ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارنا' تو اگر ان کا نام معلوم ہو تو ان کی طرف منسوب کر کے پکارو اور اگر ان کا نام معلوم نہ ہو تو صرف اسی پر اکتفا کرو جو معلوم ہے اور وہ ہے اخوت دینی اور موالات اسلامی۔ یہ نہ سمجھو کہ ان کے باپوں کے ناموں کے بارے میں عدم علم اس بات کے لیے عذر ہے کہ تم ان کو متبنیٰ بنانے والوں کی طرف منسوب کر کے پکارو' کیونکہ اس عذر سے حرمت زائل نہیں ہو سکتی۔

﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم ﴾ ''اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔'' یعنی اگر تم میں سے کوئی غلطی سے اس کو کسی شخص کی طرف منسوب کر کے پکارے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں یا ظاہری طور پر اس کے باپ کا نام معلوم ہے اور تم اس کو اسی کی طرف پکارتے ہو حالانکہ وہ باطن میں اس کا باپ نہیں ہے' تب اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ غلطی سے ہو۔ ﴿ وَلَٰكِن ﴾ ''مگر'' وہ صرف اس چیز میں تمہارا مواخذہ کرتا ہے ﴿ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ﴾ ''جس کا تمہارے دلوں نے عمداً ارتکاب کیا ہے۔'' جو تم نے جان بوجھ کر ناجائز بات کہی ہو۔ ﴿ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ اس نے تمہیں بخش دیا اور تمہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے سابقہ گناہوں پر سزا نہیں دی' تم نے جو غلطی کی اس پر درگزر کیا اور شرعی احکام بیان کر کے تم پر رحم کیا جن میں تمہارے دین اور دنیا کی اصلاح ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ

پیغمبر زیادہ حق دار ہے (ہر قسم کا تصرف کرنے میں) مومنوں پر ان کے نفسوں سے بھی اور بیویاں اسکی مائیں ہیں ان کی اور رشتے دار'

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ

بعض ان کے زیادہ حق دار ہیں ساتھ بعض کے اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنوں اور مہاجروں سے' مگر

تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

یہ کہ کرو تم ساتھ اپنے دوستوں کے کوئی بھلائی' (تو یہ جائز ہے) ہے یہی (حکم) کتاب میں لکھا ہوا ○

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایک ایسی خبر بیان کرتا ہے جس کے ذریعے سے وہ رسول مصطفی ﷺ کے احوال اور آپ کے مرتبے کو پہچان سکتے ہیں تاکہ وہ اس حال اور مرتبے کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ کریں' اس لیے فرمایا ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔'' یعنی انسان کے لیے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ مومن کے لیے خود اس کی ذات پر بھی مقدم ہیں کیونکہ آپ ﷺ ان کی خیر خواہی کرتے ہیں' ان کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے

ہیں۔ مخلوق میں سب سے بڑھ کر رحیم اور سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا احسان ہے کیونکہ انہیں اگر ذرہ بھر بھلائی حاصل ہوئی ہے یا ان سے کوئی ذرہ بھر برائی دور ہوئی ہے تو آپ کے ہاتھ سے اور آپ کے سبب سے ہوئی ہے۔

اس لیے جب کبھی اس کے نفس کی مراد یا کسی اور شخص کی مراد، رسول اللہ ﷺ کی مراد سے متعارض ہو تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مراد کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قول سے، کسی شخص کے قول کا، خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو، مقابلہ نہ کریں، آپ ﷺ پر اپنی جان، مال اور اولاد کو فدا کر دیں، آپ کی محبت کو تمام مخلوق کی محبت پر مقدم رکھیں، جب تک کہ آپ بول نہ لیں، ہرگز نہ بولیں، اور آپ سے آگے نہ بڑھیں۔

رسول مصطفیٰ ﷺ، مومنوں کے باپ ہیں، جیسا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءت میں پڑھا گیا ہے، آپ اہل ایمان کی اسی طرح تربیت کرتے ہیں جس طرح باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے۔

اب اس باپ ہونے پر یہ اصول مترتب ہوتا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہوں، یعنی حرمت، احترام اور اکرام کے اعتبار سے نہ کہ خلوت و محرمیت کے اعتبار سے۔ گویا یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قصے کا مقدمہ ہے جو کہ عنقریب آئے گا، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس سے پہلے ''زید بن محمد'' کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ (الاحزاب: ۴۰/۳۳) ''محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کا نسب اور آپ کی طرف انتساب دونوں منقطع کر دیئے۔ اس آیت کریمہ میں آگاہ فرما دیا کہ تمام اہل ایمان، رسول (ﷺ) کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی دوسرے پر کوئی اختصاص حاصل نہیں۔ اگرچہ کسی کا منہ بولا بیٹا ہونے کا انتساب منقطع ہو گیا مگر نسب ایمانی منقطع نہیں ہوا اس لیے اسے غم زدہ اور متاسف نہیں ہونا چاہیے۔

اس آیت کریمہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں لہٰذا آپ کے بعد وہ کسی کے لیے حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں صراحت فرما دی ہے ﴿ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ﴾ (الاحزاب: ۵۳/۳۳) ''اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم کبھی بھی آپ (ﷺ) کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرو۔''

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ ﴾ یعنی رشتہ دار، خواہ وہ قریب کے رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار۔ ﴿ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ ''آپس میں کتاب اللہ کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی رو سے۔ پس وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کریں گے۔ قرابت کا تعلق دوستی اور حلف وغیرہ کے تعلق سے بڑھ کر ہے۔ اس آیت کریمہ سے پہلے، ان اسباب کی بنا پر رشتہ

داروں کی بجائے منہ بولے بیٹے وارث بنتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس توارث کو منقطع کردیا۔ اپنے لطف و کرم اور حکمت کی بنا پر حقیقی اقارب کو وارث بنادیا کیونکہ اگر معاملہ سابقہ عادت اور رواج کے مطابق چلتا رہتا تو شر اور فساد پھیل جاتا اور قریب کے رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے حیلہ سازی بکثرت رواج پا جاتی۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ خواہ یہ قریبی رشتہ مومن اور مہاجر ہوں یا غیر مہاجر ہوں بہر حال رشتہ دار مقدم ہیں۔ یہ آیت کریمہ تمام معاملات میں قریبی رشتہ داروں کی ولایت پر دلیل ہے مثلاً: نکاح اور مال وغیرہ کی ولایت ﴿اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا﴾ ''مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔'' یعنی ان کا کوئی مقرر شدہ حق نہیں ہے یہ صرف تمہارے ارادے پر منحصر ہے۔ اگر تم ان کو نیکی کے طور پر کوئی عطیہ دینا چاہو تو دے دو۔ ﴿كَانَ﴾ یہ حکم مذکور ﴿فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ کتاب میں لکھ دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم کردیا ہے لہٰذا اس کا نفاذ لازمی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَ

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے عہد ان کا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور

عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ

عیسیٰ ابن مریم سے اور لیا ہم نے ان سے عہد بڑا پختہ ○ تاکہ وہ (اللہ) پوچھے سچوں سے

عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

ان کی سچائی کی بابت اور تیار کیا ہے اس نے واسطے کافروں کے عذاب دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے تمام انبیائے کرام سے عام طور پر اور آیت کریمہ میں مذکور پانچ اولوالعزم رسولوں سے خاص طور پر نہایت پختہ اور موکد عہد لیا کہ وہ اللہ کے دین پر اور اس کے راستے میں جہاد پر قائم رہیں گے۔ اقامت دین اور جہاد ایسا راستہ ہے جس پر گزشتہ انبیاء و مرسلین گامزن رہے اور یہ سلسلہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد ﷺ پر آ کر ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ انبیاء کے نقش قدم پر چلیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انبیائے کرام اور ان کے متبعین سے اس میثاق کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا انہوں نے اس عہد کو پورا کیا اور اپنے عہد پر پورے اترے تاکہ انہیں نعمتوں بھری جنت عطا کی جائے؟ یا انہوں نے کفر کیا تاکہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳/۳۳) ''اہل ایمان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچ کر دکھایا۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یاد کرو تم احسان اللہ کا اوپر اپنے، جب (چڑھ) آئے تھے تم پر کئی لشکر، پس بھیجی ہم نے

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹ اِذْ

ان پر (سخت) ہوا اور ایسے لشکر کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو، اور تھا اللہ، ساتھ اس کے جو تم کر رہے تھے، خوب دیکھنے والا ○ جب

جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ

وہ (چڑھ) آئے تھے تم پر تمہارے اوپر سے اور نیچے سے تمہارے، اور جب پھر گئی تھیں آنکھیں اور پہنچ گئے تھے

الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ

دل گلوں تک اور گمان کرتے تھے تم اللہ کے بارے میں (طرح طرح کے) گمان ○ اس جگہ (اس موقع) پر آزمائے گئے

الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱

مومن اور ہلائے گئے وہ ہلایا جانا نہایت سخت ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمت یاد دلا کر انہیں اس پر شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب ان کے اوپر سے مشرکین مکہ اور مشرکین حجاز کے لشکر اور نیچے سے کفار نجد کے لشکر ان پر حملہ آور ہوئے اور حملہ آوروں نے آپس میں عہد کر رکھا تھا کہ وہ رسول (ﷺ) اور صحابہ کرام کا قلع قمع کر کے دم لیں گے۔ یہ غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ ان یہودی گروہوں نے بھی ان کی مدد کی جو مدینہ منورہ کے اردگرد رہتے تھے، وہ بھی بڑے بڑے لشکر لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے اردگرد دفاع کے لیے خندق کھود لی۔ کفار نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ معاملہ بہت سخت ہو گیا، کلیجے منہ کو آ گئے اور لوگوں نے جب بہت سخت حالات اور اسباب دیکھے تو بہت سے لوگ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ ایک طویل مدت تک مدینہ منورہ کا محاصرہ جاری رہا۔ معاملہ ایسے ہی تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ”اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔“ یعنی تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں برے برے گمان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا نہ اپنے کلمے کی تکمیل کرے گا۔

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اس وقت اہل ایمان اس عظیم فتنے کے ذریعے سے آزمائے گئے ﴿وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ اور ان کو خوف، قلق اور بھوک کے ذریعے سے ہلا ڈالا گیا تا کہ ان کا ایمان واضح اور ان کے ایقان میں اضافہ ہو...... ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے...... ان کے ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ جب غم کی شدت بڑھ گئی اور سختیوں نے گھیر لیا تو ان کا

ایمان عین الیقین کے درجے پر پہنچ گیا۔ ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۲۲/۳۳) ’’اور جب اہل ایمان نے لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ کیا تھا‘ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس واقعے نے ان کے ایمان وتسلیم میں اور اضافہ کر دیا۔‘‘ یہاں منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور وہ چیز سامنے آ گئی جسے وہ چھپایا کرتے تھے۔

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ
اور جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے‘ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ نے

وَ رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾
اور اس کے رسول نے‘ مگر فریب کا ○

یہ منافق کی عادت ہے کہ مصیبت اور امتحان کے وقت اس کا ایمان قائم نہیں رہتا۔ وہ موجودہ حالت میں اپنی کوتاہ عقل سے غور کرتا ہے اور اپنے ناقص گمان کی تصدیق کرتا ہے۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ
اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے اے یثرب (مدینے) والو! نہیں ہے ٹھہرنے کی جگہ تمہارے لئے‘ پس لوٹ جاؤ تم اور اجازت مانگتا تھا

فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ
ایک فریق ان میں سے نبی سے‘ وہ کہتے تھے بے شک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں‘ حالانکہ نہیں تھے وہ غیر محفوظ‘

اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾
نہیں چاہتے وہ مگر صرف بھاگنا ○

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ﴾ ’’اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی‘‘ یعنی منافقین کی جماعت۔ وہ جزع فزع اور قلت صبر کے بعد ایسے لوگوں میں شامل ہو گئے جن کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ انہوں نے خود صبر کیا نہ اپنے شر کی بنا پر لوگوں کو چھوڑا‘ لہٰذا اس گروہ نے کہا: ﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ﴾ ’’اے اہل یثرب!‘‘ اس سے ان کی مراد اہل مدینہ تھے۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے نام کو چھوڑ کر وطن کے نام سے ان کو پکارا۔ یہ چیز اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان کے دلوں میں دین اور اخوت ایمانی کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ جس چیز نے ان کو ایسا کہنے پر آمادہ کیا وہ ان کی طبعی بزدلی تھی۔ ﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ﴾ ’’اے اہل یثرب! (یہاں) تمہارے لیے ٹھہرنے کا مقام نہیں۔‘‘ یعنی اس جگہ جہاں تم مدینہ سے باہر نکلے ہو۔ ان کا محاذ مدینہ منورہ سے باہر

اور خندق کے ایک طرف تھا۔ ﴿ فَارْجِعُوْا ﴾ مدینے کی طرف لوٹ جاؤ' لہٰذا یہ گروہ جہاد سے علیحدہ ہو رہا تھا۔ ان پر واضح ہو گیا کہ ان میں دشمن کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں اور وہ انہیں لڑائی ترک کرنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ یہ گروہ بدترین اور سب سے زیادہ نقصان دہ گروہ تھا۔ ان کے علاوہ دوسرا گروہ وہ تھا جس کو بزدلی اور بھوک نے ستا رکھا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ وہ صفوں سے کھسک کر چلے جائیں۔

انہوں نے مختلف قسم کے جھوٹے عذر پیش کرنا شروع کر دیئے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ﴾ ''اور ان کی جماعت یہ کہہ کر نبی (ﷺ) سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں۔'' یعنی ہمارے گھر خطرے کی زد میں ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں دشمن ہمارے گھروں پر حملہ نہ کر دے' اس لیے ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم واپس جا کر اپنے گھروں کی حفاظت کریں' حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹے تھے۔ ﴿ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴾ ''حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے وہ تو صرف (جنگ سے) بھاگنا چاہتے ہیں۔'' یعنی ان کا قصد فرار کے سوا کچھ نہیں' مگر انہوں نے اس بات کو فرار کے لیے وسیلہ اور عذر بنا لیا۔ ان لوگوں میں ایمان بہت کم ہے اور امتحان کی سختیوں کے وقت ان کے اندر ثابت قدمی اور استقامت نہیں رہتی۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا

اور اگر داخل کر دیئے جاتے ان پر اطراف مدینہ سے (کافروں کے لشکر) پھر مطالبہ کیے جاتے وہ فتنے (شرک یا خانہ جنگی) کا تو وہ ضرور اپنا لیتے اسے

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

اور نہ توقف کرتے اس میں مگر تھوڑا ہی ○

﴿ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ ''اور اگر ان پر داخل کیے جائیں (لشکر)'' مدینہ منورہ میں ﴿ مِّنْ اَقْطَارِهَا ﴾ یعنی شہر کے ہر طرف سے کافر گھس آتے اور اس پر قابض ہو جاتے۔ ﴿ ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ ﴾ پھر ان کو فتنے کی طرف بلایا جاتا' یعنی دین سے پھر جانے اور فاتحین اور غالب لشکر کے دین کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جاتی ﴿ لَاٰتَوْهَا ﴾ تو یہ جلدی سے اس فتنے میں پڑ جاتے ﴿ وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴾ ''اور اس کے لیے بہت کم ٹھہرتے۔'' یعنی دین کے بارے میں ان کے اندر قوت اور سخت جانی نہیں ہے' بلکہ اگر صرف دشمن کا پلڑا بھاری ہو جائے' تو دشمن ان سے جو مطالبہ کرے یہ مان جائیں گے اور ان کے کفر کی موافقت کرنے لگ جائیں گے۔ یہ ان کا حال ہے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ
اور البتہ تھے وہ کہ عہد کیا تھا انہوں نے اللہ سے اس سے پہلے کہ نہیں پھیریں گے وہ پیٹھیں ۔ اور ہے
وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾
عہد اللہ کا کہ باز پرس کی جائیگی (اس کی بابت) ○

﴿عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا﴾ ''(حالانکہ) انہوں نے اس سے قبل اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس تو ہو کر ہی رہے گی۔'' عنقریب اللہ ان سے اس عہد کے بارے میں ضرور پوچھے گا' وہ ان کو اس حالت میں پائے گا کہ وہ اللہ کے عہد کو توڑ چکے ہوں گے۔ تب ان کا کیا خیال ہے کہ ان کا رب ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا
کہہ دیجیے: ہرگز نہیں نفع دے گا تم کو بھاگنا' اگر بھاگو تم موت سے یا قتل سے اور اس وقت
لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۶﴾
نہیں فائدہ پہنچائے جاؤ گے تم مگر تھوڑا ○

﴿قُلْ﴾ ان کے فرار پر ان کو ملامت کرتے اور ان کو خبردار کرتے ہوئے کہ یہ چیز انہیں کچھ فائدہ نہ دے گی کہہ دیجیے: ﴿لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ﴾ ''اگر تم موت اور قتل ہونے سے بھاگتے ہو تو تمہارا بھاگنا تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔'' پس اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے' تو وہ لوگ جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھ دیا گیا ہے اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاتے۔ اسباب اس وقت فائدہ دیتے ہیں جب قضا و قدر ان کی معارض نہ ہو۔ جب تقدیر آ جاتی ہے تو تمام اسباب ختم ہو جاتے ہیں اور ہر وسیلہ باطل ہو کر رہ جاتا ہے جن کے بارے میں انسان سمجھتا ہے کہ یہ نجات دیں گے۔

﴿وَ اِذًا﴾ یعنی جب تم موت یا قتل سے بچنے کے لیے فرار ہو جاؤ تا کہ تم دنیا میں نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ تو ﴿لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ تم بہت کم فائدہ اٹھا سکو گے جو تمہارے فرار ہونے' اللہ کے حکم کو ترک کرنے اور اپنے آپ کو ابدی فائدے اور سرمدی نعمتوں سے محروم کرنے کے برابر نہیں ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
کہہ دیجیے: کون ہے وہ جو بچائے تم کو اللہ سے اگر ارادہ کرے وہ تمہارے ساتھ برائی کا' یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ

رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

مہربانی کرنے کا؟ اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار O

پھر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جب وہ بندے کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کر لے تو اسباب اس کے کسی کام نہیں آتے۔ ﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ﴾ ''کہہ دیجیے: تمہیں کون بچا سکتا ہے؟'' ﴿مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا﴾ ''اللہ سے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے۔'' ﴿اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً﴾ ''یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے۔'' کیونکہ وہی عطا کرنے والا اور محروم کرنے والا، نقصان دینے والا اور نفع دینے والا ہے اس کے سوا کوئی بھلائی عطا کر سکتا ہے نہ کوئی برائی دور کر سکتا ہے۔ ﴿وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا﴾ ''اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ پائیں گے۔'' جو ان کی سرپرستی کرے اور ان کو منفعت عطا کرے ﴿وَّ لَا نَصِيْرًا﴾ ''اور نہ مددگار'' جو ان کی مدد کر کے ان سے ضرر رساں چیزوں کو دور کر دے، اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اس ہستی کے سامنے سر تسلیم خم کریں جو ان تمام امور میں متفرد ہے جس کی مشیت پوری اور اس کی قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے، اس کی ولایت اور اس کی نصرت کو چھوڑ کر کوئی والی اور کوئی مددگار کام نہیں آ سکتا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

تحقیق جانتا ہے اللہ روکنے والوں کو تم میں سے، اور کہنے والوں کو اپنے بھائیوں سے کہ آؤ ہماری طرف

وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾

اور نہیں حاضر ہوتے وہ لڑائی میں مگر تھوڑی دیر ہی O

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو اپنے ساتھیوں کو جنگ سے پسپائی پر اکساتے ہیں اور جنگ کے کاموں میں رخنہ ڈالتے ہیں، فرمایا: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو منع کرتے ہیں'' یعنی ان لوگوں کو جہاد پر نکلنے سے روکتے ہیں جو ابھی جہاد کے لیے نہیں نکلے ﴿وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ﴾ اور اپنے ان بھائیوں کو جو جہاد کے لیے نکلے ہوئے ہیں، کہتے ہیں: ﴿هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ واپس لوٹ آؤ جیسا کہ ان کا یہ قول گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے: ﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا﴾ (الاحزاب: ۱۳/۳۳) ''اے یثرب کے لوگو! تمہارے لیے ٹھہرنے کا کوئی مقام نہیں اس لیے واپس لوٹ چلو۔'' ان کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کو جہاد سے باز رکھنے اور ان کو پسپائی پر اکسانے کے ساتھ ساتھ ﴿لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ﴾ خود قتال اور جہاد کے لیے نہیں نکلتے ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''مگر بہت تھوڑے۔'' وہ ایمان اور صبر کے داعیے کے معدوم ہونے کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے کے سب سے زیادہ حریص ہیں، نیز اس لیے بھی کہ ان کے اندر نفاق ہے

اور ایمان معدوم ہے اور نفاق اور عدم ایمان بزدلی کا تقاضا کرتے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ

اس حال میں کہ بخیل ہیں وہ تم پر پس جب آتا ہے (ان پر) خوف تو دیکھتے ہیں آپ انکو کہ دیکھتے ہیں وہ آپکی طرف گھومتی ہیں انکی آنکھیں

كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ

مانند اس شخص کے کہ غشی طاری ہو اس پر موت کی پھر جب دور ہو جاتا ہے خوف تو چڑھ چڑھ کر بولتے ہیں تم پر تیز زبانوں سے

اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ

دراں حالیکہ حریص ہیں وہ مال (غنیمت) پر یہی لوگ ہیں کہ نہیں ایمان لائے پس ضائع کر دیے اللہ نے عمل ان کے

وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

اور ہے یہ اوپر اللہ کے بہت آسان ○

﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ﴾ ''تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔'' یعنی لڑائی کے وقت اپنے بدن کو استعمال کرنے اور جہاد میں اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ پس وہ اپنی جان اور مال کے ذریعے سے اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے۔ ﴿ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ ﴾ ''جب خوف (کا وقت) آیا تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں'' اس آدمی کی طرح جس پر غشی طاری ہو ﴿ مِنَ الْمَوْتِ ﴾ ''موت کی وجہ سے'' یعنی سخت بزدلی کی وجہ سے' جس نے ان کے دلوں کو نکال پھینکا ہے' اس قلق کی بنا پر جس نے ان کو بے سدھ کر دیا ہے اور اس قتال سے خوف کے مارے' جس پر انہیں مجبور کیا جا رہا ہے اور جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔

﴿ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ ﴾ ''پس جب خوف جاتا رہتا ہے'' اور امن و اطمینان کی حالت میں ہوتے ہیں ﴿ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ ﴾ ''تو تمہارے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں۔'' یعنی جب آپ لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو آپ سے سخت زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہوتے۔ جب آپ ان کی باتیں سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بہت بہادر اور شجاعت مند ہیں۔ ﴿ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ﴾ ''اور مال میں بخل کرتے ہیں'' جو کہ ان سے مطلوب ہے۔ یہ انسان کا بدترین وصف ہے کہ اسے جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل میں بخل سے کام لے' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرے' اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے اور اللہ کے راستے میں دعوت دینے میں اپنے بدن میں بخل کرے' اپنے جاہ میں بخیل ہو اور اپنے علم' خیر خواہی کرنے اور اپنی رائے میں بخیل ہو۔

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ ''یہ لوگ'' جو اس حالت میں بھی ﴿ لَمْ يُؤْمِنُوْا ﴾ ''ایمان نہ لائے'' تو ان کے عدم ایمان کے

سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اکارت کردیے۔ ﴿وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔'' رہے اہل ایمان' تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نفس کے بخل سے محفوظ رکھا ہے۔ انہیں اپنی توفیق سے سرفراز فرمایا اس لیے انہیں جس چیز کے خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ اسے خرچ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں اور اس کے کلمے کو بلند کرنے کی خاطر اپنا بدن خرچ کرتے ہیں' بھلائی کے راستوں میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں' اپنی جاہ اور اپنا علم خرچ کرتے ہیں۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ

وہ گمان کرتے ہیں لشکروں کو کہ (ابھی تک) نہیں گئے اور اگر آجائیں لشکر' تو وہ خواہش کریں گے' کاش بیشک وہ ہوتے صحرا نشین

فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ ؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۸

دیہاتیوں (کے ساتھ رہنے والوں) میں پوچھتے (رہتے) تمہاری بابت خبریں اور اگر ہوتے وہ تمہارے اندر تو نہ لڑتے وہ مگر تھوڑا ○

﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا﴾ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حملہ آور جتھے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے خلاف جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہوکر آئے ہیں کہ وہ ان کا استیصال کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے' مگر ان کی تمنائیں ناکام اور ان کے اندازے غلط ہوگئے۔ ﴿وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ﴾ اگر دوبارہ حملہ آور دشمن کے جتھے چڑھ دوڑیں ﴿يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ﴾ یعنی اگر دوسری مرتبہ فوجیں حملہ آور ہوں جیسے اس مرتبہ حملہ آور ہوئی تھیں تو یہ منافقین چاہتے ہیں کہ وہ اس وقت مدینہ کے اندر یا اس کے قرب و جوار میں نہ ہوں بلکہ وہ صحرا میں بدویوں کے ساتھ رہ رہے ہوں اور تمہاری خبر معلوم کر رہے ہوں اور تمہارے بارے میں پوچھ رہے ہوں کہ تم پر کیا گزری؟ پس ہلاکت ہے ان کے لیے اور دوری ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی موجودگی بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ ﴿وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوں تو بہت کم لڑائی کریں۔'' اس لیے ان کی پروا کرو نہ ان پر افسوس کرو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ

البتہ تحقیق ہے تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نمونہ اچھا' اس کے لیے جو ہے امید رکھتا اللہ (سے ملاقات) کی اور یوم

الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾

آخرت کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت ○

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔'' آپ ﷺ بنفس نفیس جنگ میں شریک ہوئے' جنگی معرکوں میں حصہ لیا' آپ صاحب شرف و کمال' بطل جلیل اور صاحب شجاعت و بسالت تھے تب تم ایسے معاملے میں شریک ہونے میں بخل سے کام لیتے ہو

جس میں رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہیں۔ لہٰذا اس معاملے میں اور دیگر معاملات میں آپ کی پیروی کرو۔ اس آیت کریمہ سے اہل اصول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حجت ہے' جب تک کسی حکم پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے کہ یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے۔

اسوہ کی دو اقسام ہیں: اسوۂ حسنہ اور اسوۂ سیئہ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ کے اسوہ کی اقتدا کرنے والا اس راستے پر گامزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور وہ ہے صراط مستقیم۔ رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دیگر ہستی کا اسوہ' تو اس صورت میں اگر وہ آپ کے اسوہ کے خلاف ہے تو یہ ''اسوۂ سیئہ'' ہے مثلاً جب انبیاء و رسل مشرکین کو اپنے اسوہ کی پیروی کی دعوت دیتے تو وہ جواب میں کہتے: ﴿ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِہِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴾ (الزخرف: ۴۳/ ۲۲) ''بلاشبہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے' ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔'' اسوۂ حسنہ کی صرف وہی لوگ پیروی کرتے ہیں جن کو اس کی توفیق بخشی گئی ہے' جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ ان کا سرمایۂ ایمان' اللہ تعالیٰ کا خوف' اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا ڈر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی پیروی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

وَ لَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا ہٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ صَدَقَ

اور جب دیکھا مومنوں نے لشکروں کو تو کہا انہوں نے' یہ وہی ہے جس کا وعدہ کیا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور سچ کہا

اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ ۫ وَ مَا زَادَہُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّ تَسۡلِیۡمًا ﴿ؕ۲۲﴾

اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہیں زیادہ کیا ان کو مگر ایمان اور فرماں برداری میں ○

یہ بیان کرنے کے بعد کہ خوف کے وقت منافقین کی کیا حالت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا حال بیان کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ﴾ ''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا'' جو جنگ کے لیے جمع ہوئے اور وہ اپنے اپنے محاذ پر نازل ہوئے تھے تو (مومنوں کا) خوف جاتا رہا۔ ﴿ قَالُوۡا ہٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ ﴾ ''وہ کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں جو وعدہ فرمایا ہے: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۲۱۴) ''کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ آزمائشیں تو آئی ہی نہیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں' ان پر بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور

انہیں ہلا ڈالا گیا حتی کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ تھے پکار اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی دیکھو اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' ﴿ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ﴾ ''اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا'' کیونکہ ہم وہ سب کچھ دیکھ چکے ہیں جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی ﴿ وَمَا زَادَهُمْ ﴾ ''اور نہیں زیادہ کیا ان کو'' یعنی اس معاملے نے ﴿ اِلَّاۤ اِیْمَانًا ﴾ ''مگر ایمان میں'' یعنی ان کے دلوں میں ایمان زیادہ ہوگیا۔ ﴿ وَّ تَسْلِیْمًا ﴾ ''اور ماننے میں'' یعنی ان کے جوارح میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا اضافہ کیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

کچھ مومنوں میں سے وہ لوگ ہیں کہ سچے ہوگئے وہ (اس عہد میں) کہ عہد کیا تھا انہوں نے اللہ سے اس پر پس کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے

قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾

پوری کر دی نذر اپنی اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور نہیں تبدیلی کی انہوں نے (ذرا بھی) تبدیلی کرنا ○

اللہ تعالیٰ نے جب منافقین کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے، مگر انہوں نے اس کے عہد کو توڑ دیا' تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے کیا ہوا اپنا عہد پورا کیا' فرمایا ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ ﴾ ''مومنوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچا کر دکھایا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی اور اپنے نفس کو اطاعت الٰہی کی راہ پر چلایا ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ ﴾ ''تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی باری پوری کر چکے۔'' یعنی اس نے اپنا ارادہ پورا کر دیا اور اس پر جو حق تھا وہ ادا کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوا اور اس کے حق کو ادا کرتے ہوئے اپنی جان اس کے سپرد کر دی اور اس حق میں کچھ بھی کمی نہ کی۔

﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ﴾ اور کوئی اپنا عہد پورا کرنے کے لیے منتظر ہے' اس کے ذمہ جو عہد تھا وہ اس کو پورا کرنا شروع کر چکا ہے' وہ اس عہد کی تکمیل کی امید رکھتا ہے اور اس کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ ﴿ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴾ ''اور انہوں اپنے رویے میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں کی'' جیسے دوسرے لوگ بدل گئے' بلکہ وہ اپنے عہد پر قائم ہیں۔ وہ ادھر ادھر توجہ کرتے ہیں نہ بدلتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ مرد ہیں ان کے سوا دیگر لوگوں کی صورتیں اگرچہ مردوں کی سی ہیں' مگر ان کی صفات مردوں کی صفات سے قاصر ہیں۔

لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ

تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا اور عذاب دے منافقوں کو اگر وہ چاہے یا توجہ کرے (رحمت کیساتھ)

عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۲۴﴾ۚ

ان پر' بلاشبہ اللہ ہے بہت بخشنے والا نہایت مہربان ○

﴿ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ ﴾ ''تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے'' یعنی ان کے اقوال' احوال اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملے میں ان کے صدق اور ان کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے کے سبب سے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۱۱۹) ''آج وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی' ان کے لیے جنتیں ہیں' جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔'' یعنی ہم نے یہ آزمائشیں' مصائب اور زلزلے اپنے اندازے کے مطابق مقدر کیے تاکہ سچا جھوٹے سے واضح ہو جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ راست بازوں کو ان کی راستی کی جزا دے ﴿ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ ''اور منافقوں کو عذاب دے'' جن کے دل اور اعمال آزمائشوں کے نازل ہونے پر بدل گئے اور وہ اس عہد کو پورا نہ کر سکے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ ﴿ اِنْ شَآءَ ﴾ اگر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینا چاہے گا' یعنی وہ ان کو ہدایت دینا نہ چاہے گا' بلکہ اسے علم ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اس لیے وہ ان کو توفیق سے نہیں نوازے گا۔ ﴿ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ﴾ یعنی وہ ان کو توبہ اور انابت کی توفیق سے نواز دے گا۔

اس کریم کی کرم نوازی پر یہی چیز غالب ہے' اس لیے اس نے آیت کریمہ کو اپنے ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا ہے جو اس کی مغفرت' اس کے فضل و کرم اور احسان پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے جب توبہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیتا ہے' خواہ ان کے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں ﴿ رَّحِيْمًا ﴾ وہ ان پر نہایت مہربان ہے' کیونکہ اس نے ان کو توبہ کی توفیق بخشی پھر ان کی توبہ قبول کی پھر ان کے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور لوٹا دیا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا' ساتھ انکے غصے کے نہیں حاصل کی انہوں نے کوئی بھلائی اور کافی ہو گیا اللہ مومنوں کو

الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵

لڑائی سے اور ہے اللہ بڑا طاقتور' نہایت غالب ○

﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے (نامراد) لوٹا دیا۔ انہوں نے کوئی فائدہ نہ پایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو خائب و خاسر لوٹا دیا اور انہیں وہ چیز حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ سخت حریص تھے' وہ غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے اور یقینی طور پر اپنے آپ کو فتح پر قادر سمجھتے تھے' اس لیے کہ ان کے پاس وسائل تھے' ان کی بڑی بڑی فوجوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا' ان کی

جتھے بندیوں نے ان کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تھا انہیں اپنی عددی برتری اور حربی ساز و سامان پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت طوفانی ہوا بھیجی جس نے ان کے عسکری مراکز کو تلپٹ کر دیا' ان کے خیموں کو اکھاڑ دیا' ان کی ہانڈیوں کو الٹ دیا' ان کے حوصلوں کو توڑ دیا' ان پر رعب طاری کر دیا اور وہ انتہائی غیظ و غضب کے ساتھ پسپا ہو گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی نصرت تھی۔ ﴿ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ﴾ ''اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے معاملے میں کافی ہوا'' اللہ تعالیٰ نے ان کو عادی اور تقدیری (خرق عادت) اسباب مہیا فرمائے۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴾ ''اور اللہ بڑی قوت والا (اور) زبردست ہے۔'' جو کوئی اس پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے' جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے اسے غلبہ نصیب ہوتا ہے' وہ جس امر کا ارادہ کرتا ہے کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قوت و عزت سے اہل قوت و عزت کی مدد نہ کرے تو ان کی قوت و عزت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اور اتار دیا اس (اللہ) نے ان لوگوں کو جنہوں نے مدد کی تھی ان (مشرکوں) کی اہل کتاب میں سے ان کے قلعوں سے اور ڈال دیا ان کے دلوں میں

الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

رعب' ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور قید کرتے تھے تم ایک گروہ کو ○

﴿ وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ ﴾ ''اور جنہوں نے ان کی مدد کی تھی ان کو اتارا'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے حملہ آوروں کی مدد کی ﴿ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ﴾ ''اہل کتاب میں سے'' یعنی یہودیوں میں سے ﴿ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ ﴾ ''ان کے قلعوں سے'' یعنی انہیں اسلام کے حکم کے تحت مغلوب کر کے ان کے قلعوں سے نیچے اتارا ﴿ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ ﴾ ''اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔'' پس ان میں لڑنے کی قوت باقی نہ رہی اور وہ اطاعت تسلیم کرتے ہوئے سرنگوں ہو گئے۔ ﴿ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ تم لڑائی کے قابل مردوں کو قتل کر رہے تھے ﴿ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴾ اور ان مردوں کے علاوہ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا رہے تھے۔

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ

اور وارث بنا دیا اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور اس زمین کا کہ نہیں قدم رکھے تم نے (ابھی) اس میں

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع

اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ○

﴿ وَ اَوْرَثَكُمْ ﴾ ''اور تمہیں وارث بنایا'' یعنی تمہیں غنیمت میں عطا کیا ﴿ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ﴾ ''ان کی زمین' ان کے گھروں اور ان کے اموال اور اس زمین کا جس کو تمہارے قدموں نے

روندا نہیں تھا۔" یعنی ایسی سرزمین جس پر تم اس کے مالکان کے نزدیک اس کی عزت و شرف کی بنا پر چل نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین پر اور اس کے مالکوں پر اختیار عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے مالکوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا' تم نے ان کے اموال کو مال غنیمت بنایا' ان کو قتل کیا اور ان میں کچھ کو قیدی بنایا۔ ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا﴾ "اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور اپنی قدرت سے اس نے تمہارے لیے یہ سب کچھ مقدر کیا۔

اہل کتاب کا یہ گروہ' یہودیوں میں سے بنو قریظہ کا قبیلہ تھا' جو مدینے سے باہر تھوڑے سے فاصلے پر آباد تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے ان کے ساتھ امن اور دفاع کا معاہدہ کیا۔ آپ نے ان کے خلاف جنگ کی نہ انہوں نے آپ سے کوئی لڑائی لڑی اور وہ اپنے دین پر قائم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہ کی۔

جنگ خندق میں جب ان یہودیوں نے کفار کے لشکروں کو جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوتے دیکھا اور انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ حملہ آوروں کی تعداد بہت زیادہ اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ کفار رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کا استیصال کر دیں گے اور بعض یہودی سرداروں نے دجل و فریب کے ذریعے سے حملہ آوروں کی مدد کی' اس لیے اس معاہدے کو توڑنے کے مرتکب ہوئے جو ان کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا اور انہوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے پر اکسایا۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کو ناکام و نامراد لوٹا دیا تو رسول اللہ ﷺ ان بدعہد یہودیوں کے خلاف جنگ کے لیے فارغ ہو گئے اور آپ نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے' ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام اور ان کے مال کو مال غنیمت بنا لیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اہل ایمان پر اپنی نوازش اور عنایت کی تکمیل کی' ان پر اپنی نعمت پوری کی اور ان کے دشمنوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ان کو قتل کر کے اور ان میں سے بعض کو قیدی بنا کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ اپنے مومن بندوں کو اپنے لطف و کرم سے نوازتا رہا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے پیغمبر! کہہ دیجیے! اپنی بیویوں سے' اگر ہو تم چاہتی زندگی دنیا کی اور زیب و زینت اس کی تو آؤ!

اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

میں تمہیں کچھ سامان دے دوں اور تمہیں رخصت کر دوں رخصت کرنا اچھے طریقے سے ○ اور اگر ہو تم چاہتی اللہ کو اور اس کے رسول کو

وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

اور آخرت کے گھر کو تو بلاشبہ اللہ نے تیار کیا ہے نیکی کرنے والیوں کے لئے تم میں سے اجر بہت بڑا○

رسول اللہ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جمع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ایسے مطالبات کیے جن کو ہر وقت پورا نہیں کیا جا سکتا تھا مگر وہ متفق ہو کر اپنا مطالبہ کرتی ہی رہیں۔ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت شاق گزری۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ آپ کو ان کے ساتھ ایک ماہ کے لیے ایلا (زوجہ کے قریب نہ جانے کا عہد) کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملے کو آسان اور آپ کی ازواج مطہرات کے درجات کو بلند کرنا چاہتا تھا اور آپ کی ازواج مطہرات سے ہر اس بات کو دور کرنا چاہتا تھا جو ان کے اجر کو کم کرے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی ازواج کو (اپنے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دے دیں۔ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا﴾ ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو۔“ یعنی اگر دنیا کے سوا تمہارا کوئی مطلب نہیں اور تم دنیا کی زندگی پر راضی اور اس کے فقدان پر ناراض ہو اگر تمھارا یہی حال ہے تو مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ ﴿فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ﴾ ”تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں۔“ یعنی میرے پاس جو بھی سروسامان ہے، وہ تمہیں عطا کر دوں ﴿وَاُسَرِّحْكُنَّ﴾ اور تمہیں الگ کر دوں ﴿سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ یعنی کسی ناراضی اور سب وشتم کے بغیر، بلکہ خوش دلی اور انشراح صدر کے ساتھ، اس سے قبل کہ حالات نامناسب سطح تک پہنچ جائیں تمہیں آزاد کر دوں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ ”اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہو۔“ یعنی اگر آخرت کا گھر تمہارا مطلوب ومقصود ہے اور جب تمہیں اللہ، اس کا رسول اور آخرت حاصل ہو جائیں تو تمہیں دنیا کی کشادگی اور تنگی، اس کی آسانی اور سختی کی پروا نہ ہو اور تم اسی پر قناعت کرو جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میسر ہے اور آپ سے ایسا مطالبہ نہ کرو جو آپ پر شاق گزرے ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ”تو (جان لو) اللہ نے تم میں سے نیکوکار عورتوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف احسان پر اجر مرتب کیا ہے کیونکہ اس اجر کا سبب اور موجب یہ نہیں کہ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں ہیں بلکہ اس کا موجب یہی وصف ہے۔ احسان کا وصف معدوم ہوتے ہوئے مجرد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہونا کافی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دے دیا۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کر لیا، ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہی۔ اس تخییر سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اہتمام کرنا اور اس پر غیرت کا اظہار کرنا، آپ کا ایسے حال میں

ہونا کہ آپ کی ازواج مطہرات کے بہت سے دنیاوی مطالبات کا آپ پر شاق گزرنا۔

(۲) اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات کے حقوق کے بوجھ سے سلامت ہونا' اپنے آپ میں آزاد ہونا' اگر آپ ﷺ چاہیں تو عطا کریں اور اگر چاہیں تو محروم رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ﴾ (الاحزاب:۳۳/۳۸) ''نبی پر کسی ایسے کام میں کوئی حرج نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کر دیا۔''

(۳) اللہ تعالیٰ کے رسول کا ان امور سے منزہ ہونا جو اگر ازواج مطہرات میں ہوتے، مثلاً اللہ اور اس کے رسول پر دنیا کو ترجیح دینا...... تو آپ ان کے قریب نہ جاتے۔

(۴) آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا گناہ اور کسی ایسے امر سے تعرض سے سلامت ہونا جو اللہ اور اس کے رسول کی ناراضی کا موجب ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ پر ان کی ناراضی کو ختم کر دیا' جو آپ کی ناراضی کا موجب تھی' آپ کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی عذاب کی موجب ہے۔

(۵) ان آیات کریمہ سے' ازواج مطہرات کی رفعت' ان کے درجات کی بلندی اور ان کی عالی ہمتی کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا کے چند ٹکڑوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اپنا مطلوب و مقصود اور اپنی مراد بنایا۔

(۶) ازواج مطہرات کا اس اختیار کے ذریعے سے ایک ایسے معاملے کو اختیار کرنے کے لیے تیار ہونا جو جنت کے درجات تک پہنچاتا ہے، نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تمام ازواج مطہرات دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔

(۷) اس آیت کریمہ سے نبی ﷺ کے اور آپ کی ازواج مطہرات کے درمیان کامل مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کامل ترین ہستی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی کامل اور پاک عورتیں ہوں۔ ﴿وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾ (النور:۲٤/۲٦) ''اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔''

(۸) یہ تخییر قناعت کی داعی اور اس کی موجب ہے۔ جس سے اطمینان قلب اور انشراح صدر حاصل ہوتا ہے' لالچ اور عدم رضا زائل ہو جاتے ہیں جو قلب کے لیے قلق' اضطراب اور غم کا باعث ہوتے ہیں۔

(۹) ازواج مطہرات کا آپ کو اختیار کرنا' ان کے اجر میں کئی گنا اضافے کا سبب ہے، نیز یہ کہ وہ ایک ایسے مرتبے پر فائز ہیں جس میں دنیا کی کوئی عورت شریک نہیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ

اے نبی کی بیویو! جو کرے گی تم میں سے بے حیائی کھلی' تو دگنا دیا جائے گا اسے عذاب

ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

دوہرا' اور ہے یہ اوپر اللہ کے آسان ○

جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کو چن لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کئی گنا اجر کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کر دیا کہ ان کے گناہوں کی سزا بھی کئی گنا ہوگی تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور اجر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر ان میں سے کوئی فحش کام کا ارتکاب کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دوگنا عذاب مقرر فرمایا ہے۔